امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 | مورخہ ۵؍جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۰؍جنوری ۲۰۲۲ء روز سوموار | شمارہ نمبر 02

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ تکثیری معاشرے میں یکساں سول کوڈ
■ بچوں کے دینی تعلیم کو آئندہ پر نہ ٹالیں
■ سیاست خدمت خلق ہے یا منافع بخش کاروبار
■ آزاد ہندوستان میں مسلم خواتین کا حال
■ ماہ جنوری میں منائے جانے والے اہم دن
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

تحفظ اوقاف اور امارت شرعیہ

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اوقاف ملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہیں، ماضی میں اسے ملت کے غیور، خود دار اور دردمند دل رکھنے والوں نے ملی ضرورتوں کے لیے وقف کیا تھا، یہاں پر اس حقیقت کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ بعض مخصوص حالات میں بعضوں نے وقف علی الاولاد کر کے اپنی جائیداد کے تحفظ کی کوشش بھی کی، لیکن عموما جو مقاصد تھے وہ وہی تھے؛ جس کا ذکر اوپر کیا گیا؛ یعنی سماج کے غریب محتاج اور نادار لوگوں کی مدد، مدارس اسلامیہ کے طلبہ کی کفالت، مسلم سماج کی اجتماعی، تعلیمی، اصلاحی اور فلاحی کاموں کی انجام دہی میں تعاون، ان کاموں کے لیے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کی گئیں، پھر دھیرے دھیرے لوگوں کے مزاج میں تبدیلی آنے لگی، دینے کا مزاج کم ہوا، زمینوں اور عمارتوں کی قیمتیں آسمان چھونے لگیں تو بہت سارے واقفین کے وارثوں نے ہی وقف جائیدا کو خرد برد کرنا شروع کر دیا، جو اپنوں کے خرد برد کی دسترس میں نہیں آیا، اس پر غیروں نے قبضہ کر لیا، اور ہماری بے حسی کی وجہ سے آج اوقاف کی بہت ساری جائیداد پر باہو بلی اور دبنگوں کا قبضہ ہے، عالی شان عمارتیں کھڑی ہیں، کڑوڑوں کی جائیداد ہے، لیکن ملت کو اس کا فائدہ نہیں پہونچ رہا ہے، مختلف ریاستوں کی سرکاریں بھی اس کام میں پیچھے نہیں ہیں، مرکزی حکومت نے بھی پارک وغیرہ بنوانے کے لیے اوقاف کی بہت ساری جائداد پر غیر قانونی طور پر قبضہ کر رکھا ہے، اس بات کا اعتراف اوقاف کے لیے قائم مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے چیرمین لال جان پاشا نے کیا، ان کی رپورٹ کے مطابق ''اوقاف کی زمین اور عمارتوں پر کئی جگہ حکومت بھی قابض ہے اور کئی جگہوں پر وقف کی زمین کے سلسلے میں حکومت ہند کے ساتھ مقدمات چل رہے ہیں''۔ کہیں کرایہ کے نام پر کچھ رقم مل رہی ہے تو وہ بھی علامتی ہے، اسی جگہ واقع دوسرے دوکان اور مکان کا کرایہ ہزاروں میں ہے؛ لیکن وہیں پر وقف کی جو جائیداد ہے، اس کا کرایہ سو دو سو سے زائد نہیں ہے، حکومت بہار کے مطابق ''وقف کی آدھی جائیداد سے کوئی آمدنی نہیں ہوتی، جن اثاثوں سے آمدنی ہوتی ہے، ان میں صرف تین فی صد ایسے ہیں، جن کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ سے زائد ہے''۔

اس صورت حال کا احساس وادراک بہتوں کو تھا، لیکن بہار کی حد تک میری معلومات کے مطابق عملی اقدام کیلئے اللہ رب العزت نے جس عظیم شخصیت کا انتخاب کیا وہ ابوالمحاسن مولانا محمد سجاد بانی امارت شرعیہ کی ذات گرامی تھی، بہار میں ۱۹۳۸ء تک اوقاف کی حفاظت اور نگرانی کے لیے ۱۹۲۳ء میں انگریزوں کے بنائے ہوئے قانون کے علاوہ ریاستی سطح پر کوئی قانون موجود نہیں تھا، انگریزوں نے بہت سارے اوقاف ضبط کر لیے تھے، اور ان کو اس طرح اپنی ملکیت بنا لیا تھا کہ اس کی وقفی حیثیت کلیۃً ختم ہو گئی تھی، **الناس علی دین ملوکھم** کے تحت بہت سارے لوگ جو اصلاً اوقاف کی زمین اور مکان کے کرایہ دار تھے، مالک بن بیٹھے، اس طرز عمل نے اوقاف کو سخت نقصان پہونچایا، مسلمانوں نے انگریزوں سے اس کے تحفظ کے لیے قانون بنانے کا مطالبہ کیا، انگریزوں کے نزدیک غلام ہندوستان کے اس مطالبہ کی حیثیت ہی کیا تھی، پھر بھی ۱۹۲۳ء میں انگریزوں نے مسلم وقف ایکٹ بنایا، اور اسے نافذ کر دیا، یہ ایکٹ ظاہر ہے اسلامی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں تھا، مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کی رہنمائی میں ایک مسودہ قانون تیار کرایا اور اسے بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے ذریعہ اسمبلی میں پیش کرایا، چونکہ یہ مسودہ مولانا کی نگرانی میں مرتب ہوا تھا، اس لیے اس بل میں اسلامی قوانین وقف کی پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی تھی، بعد میں حکومت بہار نے اسی مسودہ کی روشنی میں ایک وقف بل پیش کیا؛ جو بڑی حد تک اسلامی اصول وقف کے مطابق تھا، یہ بل اسمبلی میں منظور ہوا، اوقاف کے تحفظ کی یہ پہلی کوشش تھی؛ جو امارت شرعیہ کے ذریعہ بہار میں قانون بنوا کر کی گئی۔

اس طرح امارت شرعیہ نے مولانا کی نگرانی میں اوقاف کی جائیداد کو ٹیکس سے مستثنیٰ کرانے کی کامیاب جدوجہد کی، اسمبلی میں ''زرعی جائیدادوں'' پر جب ٹیکس کا قانون لایا گیا اور اغراض حکومت کی تکمیل کے لیے ٹیکس لگایا گیا تو اس میں اوقاف کی جائیداد بھی شامل تھی، ظاہر ہے یہ اسلامی قانون وقف سے میل نہیں کھاتا تھا، مولانا محمد سجاد نے انڈی پنڈنٹ پارٹی کے ذریعہ اس میں ترمیمات پیش کرائیں، مولانا نے صاف طور پر یہ بات کہی کہ

''اسلام میں وقف کی تقسیم خیراتی وغیر خیراتی قطعاً نہیں ہے، جتنے اوقاف ہیں سب ہی خالصتاً لوجہ اللہ ہیں اور اس امر کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وقف علی الاولاد والاقارب پر جدید زائد ٹیکس لگایا جا سکتا ہے، جو وقف سے پہلے نہیں تھا، اور دوسرے اوقاف پر نہیں لگایا جا سکتا یہ تفریق اسلامی قانون میں مداخلت بے جا ہے، جو کسی طرح درست نہیں۔ (قانونی مسودہ: ۴۸)

مولانا نے آخر میں حکومت کو متنبہ کیا کہ ''وہ زرعی ٹیکس سے تمام اسلامی اوقاف کو مستثنیٰ کرے اپنی دانش مندی کا ثبوت دیں، اور یہ کہ وہ اپنے کو اور مجھ کو کسی آزمائش میں مبتلا نہ کرے،'' (ایضا ۵۴)

چنانچہ تمام زرعی اوقاف کو اس قانون سے الگ رکھا گیا۔ یہ دور انگریزوں کا تھا، اس دور میں بہار میں اوقاف کے کنٹرول اور تحفظ کی ذمہ داری ہر ضلع میں ضلع جج کی تھی، آزادی کے بعد بہار میں وقف ایکٹ ۱۹۴۷ء بنایا گیا، جس کا نفاذ ۳؍مارچ ۱۹۴۸ء سے ہوا، بعد میں ۱۹۵۴ء میں مرکزی حکومت کی طرف سے وقف ایکٹ لایا گیا اور اسے نافذ کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن مسلمان اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور ترمیم کے مطالبات جاری رہے، ان مطالبات کے نتیجے میں ۱۹۵۴ء کے وقف ایکٹ میں ۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۹ء میں جزوی ترمیمات کی گئیں، ۱۹۸۴ء میں اس ایکٹ میں وسیع پیمارے پر ترمیمات ہوئیں، مسلمانوں نے اس ترمیم کی مخالفت کی اور مسلم تنظیموں کے ذریعہ اسلامی اصولِ وقف کی روشنی میں سوالات اٹھائے گئے، ان سوالات کی روشنی میں مرکزی حکومت نے وقف ایکٹ ۱۹۹۵ء پاس کیا، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اوقاف کے تحفظ کے لیے موجودہ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ترمیمات کے لئے کامیاب جدوجہد کی، اوقاف کی تعریف وغیرہ میں بھی بنیادی ترمیم کرائی گئی، غیر رجسٹرڈ اوقاف کو بھی حکومت نے وقف کے زمرے میں رکھا، یہ ایک بڑی کامیابی تھی جو اوقاف کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کو حاصل ہوئی، اس ترمیم سے قبل لال جان پاشا کی قیادت میں قائم مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کا ایک وفد مرکزی حکومت کی جانب سے مسلم اداروں کی ترمیمات اور وقف ایکٹ پر ان کے اشکالات جاننے اور اوقاف کی حالت کا جائزہ کے لیے تین روزہ دورہ پر پٹنہ وارد ہوا تھا، امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کے حکم پر ترمیمات کا خاکہ احقر نے مرتب کیا تھا، اور حضرت کے حکم کے مطابق وفد کے سامنے امارت شرعیہ کی نمائندگی احقر ''محمد ثناء الہدیٰ قاسمی'' نے ہی کی تھی۔

قانونی اعتبار سے اوقاف کی جائیداد کے تحفظ کے لیے بہار اسٹیٹ میں سنی اور شیعہ اوقاف کے لیے الگ الگ بورڈ قائم ہے، ان کے ذمہ اوقاف کو رجسٹرڈ کرنے اور اوقاف کی جائیدا کے تحفظ کے ساتھ اسے واقف کی منشاء کے مطابق مفید اور بار آور بنانے کا کام ہے، لیکن اس معاملہ میں دونوں بورڈ سست روی کا شکار ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں رجسٹرڈ اوقاف کی تعداد دوسری ریاستوں سے کم ہے، اس سلسلے میں عوامی بیداری بھی نہیں ہے، رجسٹریشن کے کام سے قبل وقف ایکٹ ۱۹۹۵ء کے سکیشن ۴ اور محکمہ اقلیتی فلاح کے نوٹیفیکیشن نمبر 843 مورخہ 15/09/2008 کے مطابق محکمہ اصلاحات آراضی کے پرسنل سکریٹری کو کمشنر کی حیثیت سے سروے کرانا تھا، اس کام کے لیے تمام اضلاع کے کلکٹر کو اسسٹنٹ کمشنر اور ڈی سی لار کو سروے کمشنر مقرر کیا گیا تھا، لیکن ابھی سروے کا کام ہی مکمل نہیں ہو سکا ہے، جہاں سروے سرکاری کارندوں کے ذریعہ کرایا گیا ہے، ان میں سے کئی جگہوں پر متعصب سروے کرنے والوں نے قبرستان کو کبیر استھان اور گورستان کو گئو استھان لکھ دیا ہے، اس وجہ سے ان جگہوں پر کبھی بھی تنازع کھڑا ہو سکتا ہے۔

ریاست میں وقف ترمیمی ایکٹ کے مطابق سروے کا کام ایک سال میں مکمل ہو جانا تھا، لیکن دوسرے سرکاری کاموں کی طرح یہ معاملہ بھی التوا میں ہے، چونکہ اس کے تمام اخراجات ریاستی حکومت ہی کو دینے ہیں، اس لیے کم از کم اس تاخیر کا سبب مرکزی حکومت کو نہیں قرار دیا جا سکتا ہے، جب تک سروے کا کام مکمل نہیں ہوگا، اوقاف کی جائیداد کی فہرست سازی اور درجہ بندی واقف کی منشا کے مطابق نہیں کی جا سکے گی؛ اس سلسلے میں ضرورت عوامی بیداری کی بھی ہے، اس کے بغیر نہ تو صحیح سروے ہو سکے گا اور نہ ہی وقف املاک پر غاصبانہ قبضہ کرنے والوں کے خلاف کوئی دارو گیر کیا جا سکے گا، وقف ایکٹ ۱۹۹۵ء ترمیم شدہ 2013 سیکشن ۵۱ کے تحت وقف جایداد کی فروختگی، رہن رکھنے اور بدلین کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے، اوقاف پر غیر قانونی قبضہ اور منتقلی کو مجرمانہ اعمال کے دائرہ میں لایا گیا ہے اور ناجائز خرید و فروخت پر دو سال تک قید و بند کی سزا بھی رکھی گئی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۴؍ پر)

اچھی باتیں

''اس شخص کو کبھی نظر انداز نہ کرو جو تمہاری بہت پرواہ کرتا ہو، ورنہ ایک دن تمہیں احساس ہوگا کہ پتھر جمع کرتے ہوئے تم نے ہیرا کھو دیا ☆ راستے میں کنکر ہو تو اچھا جوتا پہن کر چلا جا سکتا ہے، لیکن جوتے کے اندر کنکر ہو تو اچھی سڑک پر بھی چلنا مشکل ہو جاتا ہے، معلوم ہوا کہ انسان باہر کی مشکلات سے نہیں اپنے اندر کی کمزوریوں سے ہار جاتا ہے ☆ غلط ہو کر خود کو صحیح ثابت کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا صحیح ہو کر خود کو صحیح ثابت کرنا۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''حیرت نہیں ہوگی کہ ہم نئے سال میں اومیکرون سے چلنے والی تیسری لہر کا سامنا بھی اپنے خالی ہاتھوں سے ہی کریں، کیوں کہ اب تک ہم نے تیسری لہر سے نمٹنے کی نہ تو کوئی منصوبہ بندی کی ہے اور نہ اس کے اہل ہی بن پائے ہیں، یہ تلخ حقیقت ہے کہ ہم ایک ایسی آبادی کے ساتھ نئے سال میں داخل ہو رہے ہیں، جس میں چالیس فی صد سے زیادہ بالغ افراد کو مکمل طور پر ویکسین نہیں لگائی گئی ہے اور اٹھارہ سال کی عمر تک کے بچوں کو ویکسین لگانے کا کام ابھی شروع ہے۔'' (راشٹریہ سہارا، اداریہ یکم جنوری ۲۰۲۲ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں —— رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

قناعت پسندی کی زندگی گذاریئے

''اورتم مال ودولت سے حد درجہ محبت رکھتے ہو، حالانکہ جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی، آپ کے پروردگار اور قطار باندھے ہوئے فرشتے رونق افروز ہوں گے اوراس دن دوزخ لائی جائے گی، اس روز انسان سمجھ جائے گا اوراس وقت سمجھنے کا کیا فائدہ۔ کہے گا۔ کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ بھیجا ہوتا'' (سورۃ الفجر، آیت: ۲۰-۲۱)

وضاحت: دنیامیں انسان مال ودولت کوحاصل کرنے میں بسا اوقات اپنی شرافت وعظمت کوبھی کھو بیٹھتا ہے، روپے پیسے کس طرح جمع ہوجائیں، بینک بیلینس ہوجائے اس کی اسی فکروسوچ میں صبح وشام گذرتی ہے اس راہ میں وہ رشتے ناطوں کا بھی لحاظ وخیال نہیں رکھتا، بھائی بہنوں کی جائداد پڑوسیوں کی زمین تک ہڑپ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے جوخوداس کے لئے اور مہذب معاشرے کے لئے انتشار کا سبب بن جاتا ہے، حرص وطمع کی یہ کیفیت انسانی وقار کے خلاف تو ہے ہی، دنیا وآخرت کے لئے بھی خطرے کی گھنٹی ہے، اس لئے قرآن مجید میں کہا گیا کہ مال ودولت کوحاصل کرنے کے لئے اعتدال وتوازن کوقائم رکھواور جونعمتیں تم کوعطا کی گئی ہیں، ان پر قناعت اختیار کرواور اسی پر راضی وخوش رہو، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ مالداری ساز وسامان کی کثرت کا نام نہیں، بلکہ اصل مالداری دل کا استغنا اور قناعت ہے، علامہ قرطبیؒ نے لکھا کہ مفید مالداری یا بڑی مالدی دل کا غنی ہونا ہے کہ جب انسان دل کا غنی ہوگا تو وہ حرص ولالچ سے بچ جائے گا جس کے ذریعہ بڑائی اورعزت نفس حاصل ہوگی، اس کو پاکیزہ کردار لوگوں میں بلندی وتعریف کا وہ مرتبہ حاصل ہوگا جواس مالدار کونہیں حاصل ہوگا جس کا دل حرص وطمع کے کرنے پر آمادہ کرتا رہتا ہے، اگر آپ غورکریں گے تو محسوس ہوگا کہ انسان کا دل فقیر اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ نے اس کو جو کچھ عطا کیا ہے اس پر اس کوقناعت نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ ہروقت مال کوجمع کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے جب اس کے منشا کے مطابق مال نہیں ملتا ہے تو وہ رنج وغم کا شکار ہوجاتا ہے اورشکوہ وشکایت کرتا پھرتا ہے لوگوں سے اپنی بے بسی کا اظہار کرتا ہے اور جب انسان اللہ کی عطا اور فیصلہ پر راضی رہتا ہے تو اس کا دل مطمئن رہتا ہے اورغیب سے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتوں کو پوری کرتا رہتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دنیا سے زیادہ دل نہ لگانے کی ترغیب دی جس کا اثر صحابہ پر ایسا ہوا کہ جب وہ بادشاہوں کے حالات اور باتیں سنتے تو جلدی سے گھروں میں داخل ہو جاتے اوراس آیت کی تلاوت فرماتے ''ولا تمدن عینک الخ'' اورمت پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر جوفائدہ اٹھانے کودی ہم نے ان کوطرح طرح کے لوگوں کورونق دنیا کی زندگی ان کے جانچنے کواور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی ہے'' (سورہ طٰہٰ) معلوم ہوا کہ قناعت پسندی بھی اللہ کی ایک نعمت ہے اس لئے انسان کوقناعت پسند بن کرزندگی گذارنی چاہئے تا کہ وہ روز محشر میں عزت وشرف سے نوازا جائے۔

حلال وحرام میں فرق رکھئے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ جو مال لے رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام'' (بخاری شریف)

مطلب: نماز کے بعد سب سے بڑا فریضہ رزق حلال کے لئے محنت ومزدوری کرنا ہے اگر کوئی رزق کے لئے تگ ودو کرتا ہے تا کہ وہ عزت کے ساتھ گذربسر کرسکے اور اپنی بیوی، بچوں کی پرورش کرسکے تو یہ بھی عبادت ہے اوراس کواس پر بھی اللہ کی طرف سے اجر ملے گا لیکن جولوگ ناجائز طریقوں سے مال کماتے ہیں، رشوت لیتے ہیں، دھوکہ دھری کرتے ہیں، ہیرا پھیری میں لگے رہتے ہیں تو اس سے حاصل کیا ہوا مال حرام ہے وہ اس کے لئے وبال جان بنے گا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور روزی کی تلاش میں غلط طریقے مت اختیار کرو، اس لئے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرسکتا جب تک اس کے حصے کی روزی اسے نہ مل جائے، ہاں اس کے ملنے میں دیر ہوسکتی ہے، اس لئے رزق حلال حاصل کرو اور حرام کے قریب نہ جاؤ، وہ لوگ جولالچ کے طور پر غبن کرتے ہیں، یہ ان کے لئے محرومی اور بدنصیبی ہے، بہت سے لوگ دفتروں اور کارخانوں میں ملازمت کرتے ہیں، اگر وہ وقت کی پابندی کے ساتھ ڈیوٹی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی کام کوخیرخواہی اور اخلاص کے جذبہ سے انجام دیتے ہیں تو وہ بھی اللہ کے یہاں جوابدہ ہوں گے، بہت سے وکلا مقدمے کوخواہ مخواہ سنگین بنا کر بڑی فیس لیتے ہیں، معاوضہ کی یہ رقم بھی ان کے لئے کھلی بے ایمانی ہے، کیونکہ گناہ اور غلطیاں دوطرح کی ہوتی ہیں، ایک وہ جو جان بوجھ کرکی جائیں اور دوسرے وہ جوانجانے یا لغزش کے طور پر ہوجائیں، بھول چوک والی غلطیاں معافی تلافی کے بعد دھل جائیں گی، لیکن جان بوجھ کر گناہ کا کام کرنا سرکشی ہے، وہ گنہگار ہی نہیں اللہ کے سامنے گستاخ بھی ہے اور وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جس زمانہ کی پیش گوئی کی ہے کہیں یہ بات اسی زمانے سے متعلق تو نہیں ہے آج کل کے تاجروں اور صنعت کاروں کا جو رجحان ہے وہ صاف بتا رہا ہے کہ یہ پیش گوئی بڑی سچی ہے، اس لئے ہر مومن بندہ کواس کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ وہ جو کچھ کما رہا ہے یا اس کی جوآمدنی ہورہی ہے وہ جائز طریقوں سے ہورہی ہے یا اس میں کچھ کھوٹ ہے، اگر منہ میں حرام لقمے گئے تو چالیس دنوں تک نماز قبول نہیں ہوگی، اگر حرام کے ایک لقمے کا اثر چالیس دن تک باقی رہتا ہے تو اللہ کے بندوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ جولوگ دن رات حرام کھاتے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا؟ ہمارے بزرگان دین مشتبہ مالوں کے استعمال سے بھی پرہیز کرتے تھے، ہم کوبھی حرام مال سے نہ صرف نفرت ہونی چاہئے بلکہ مشتبہ اشیاء کے کھانے سے بھی گریز کرنا چاہئے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

کرسی پر بیٹھ کر نماز

س: مسجدوں میں کرسیوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، بعض تو واقعی معذور ہوتے ہیں، لیکن کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اچھے خاصے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے نظر آتے ہیں، لیکن جب مسجدوں میں آتے ہیں تو نماز کرسی پر پڑھتے ہیں اورسب کچھ اشارہ سے ادا کرتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: نماز میں قیام، رکوع اور سجود رکن ہیں اوران میں بھی اصل مقصود سجدہ ہے جس کو اصلی ہیئت پر ادا کرنا ضروری ہے، اصلی ہیئت پر ادا کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود اشارہ سے ادا کرنا شرعاً صحیح نہیں ہے اس سے سجدہ ادا نہیں ہوگا: "لان القیام والرکوع لم یشرعا قربة بنفسهما بل لیکونا وسیلتین الی السجود" (رد المحتار: ۲/۵۶۷) "ولایصح الایماء بهما مع القدرة علیهما" (رد المحتار: ۲/۵۶۹)

لہذا صورت مسئولہ میں اگر مریض کمر یا گھٹنے کی شدید درد اور تکلیف کی وجہ سے زمین پر کسی بھی ہیئت میں بیٹھنے پر قادر نہیں ہے تو وہ کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرسکتا ہے: "اذا عجز المریض عن القیام صلی قاعدا یرکع ویسجد کذا فی الهدایة...... ثم اذا صلی المریض قاعدا کیف یقعد، الاصح أن یقعد کیف تیسر علیه...... وان عجز عن القیام والرکوع والسجود وقدر علی القعود یصلی قاعدا بایماء یجعل السجود أخفض من الرکوع" (الفتاوی الهندیة: ۱/۱۳۶)

لیکن اگر زمین پر بیٹھ کر سجدہ حقیقی ادا کرسکتا ہے خواہ جس طرح وہ بیٹھ سکے تو ایسی صورت میں زمین پر سجدہ کرکے ہی نماز ادا کرنا ضروری ہوگا، کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے رکوع سجدہ کرنے سے نماز ادا نہیں ہوگی: "وان عجز عن القیام وقدر علی القعود فانه یصلی المکتوبة قاعدا برکوع وسجود ولایجزیه غیر ذالک" (الفتاوی التاتارخانیة: ۲/۶۶۷، الفصل الحادی والثلاثون)

اسی طرح جو شخص قیام، رکوع اور سجدہ کی ادائیگی پر قادر ہواس کی ادائیگی میں کوئی زیادہ دشواری اور پریشانی نہ ہو تو محض آسانی اور آرام کی خاطر کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، نماز ادا نہیں ہوگی: "الاصل من هذا الباب ان المریض اذا قدر علی الصلاة قائما برکوع وسجود فانه یصلی المکتوبة قائما برکوع وسجود فلایجزیه غیر ذالک" (الفتاوی التاتارخانیة: ۲/۶۶۷)

اگر مریض سجدہ حقیقی پر قادر نہ ہو لیکن زمین پر بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کو اشارہ سے ادا کرسکتا ہے تو ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ دوزانو، چارزانو (التی پالتی) قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر، ٹیک لگا کر، جیسے ممکن ہو زمین پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے، اس صورت میں کرسی کا استعمال خلاف اولی ہوگا۔ (صلی قاعدا بایماء) أو قائما به والاول افضل لانه أشبه بالسجود ولکونه اقرب الی الارض وهو المقصود کذا فی التبیین" (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۳۵)

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے بغل میں قرآن کریم کی تلاوت

س: جولوگ مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اس کے بغل میں نیچے قرآن لے کر پڑھنا کیسا ہے، بعض دفعہ بے ادبی کا ہنگامہ ہوتا ہے اور قرآن کریم پڑھنے سے روک دیا جاتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مقدس ترین کتاب ہے، جس کا ادب واحترام ہر صاحب ایمان پر لازم وضروری ہے اور ادب واحترام کا مدار عرف پر ہے، معاشرہ میں جس طریقہ کو پسند کیا جاتا ہو وہ ادب ہے اور جس کو ناگوار ومعیوب سمجھا جاتا ہو وہ خلاف ادب ہے: "الادب هو الطریقة الحسنة فی المعاشرة وغیرها" (بذل المجهود: ۱۳/۲۰۵)

عام حالات میں قرآن کریم سے اوپر بیٹھنا، یا قرآن کی جانب پشت کرنا یا پیر پھیلانا بے ادبی سمجھا جاتا ہے۔

"کره مد رجلیه فی نوم أو غیره الیها...... والی مصحف" (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ۲/۴۲۷، کتاب الصلوة)

لیکن بعض مخصوص حالات میں بے ادبی نہیں سمجھا جاتا اور نہ ہی بے ادبی کا قصد وارادہ ہوتا ہے، جیسا کہ ٹرین میں نیچے کے برتھ میں ایک آدمی قرآن کریم لے کر پڑھ رہا ہو اور دوسرا آدمی اوپر والے برتھ میں بیٹھا یا سو رہا ہو، کیونکہ یہ معذوری کی صورت ہے نیچے والا اوپر جانہیں سکتا اور اوپر والا اپنی جگہ تبدیل نہیں کرسکتا، اسی طرح مسجد میں نمازی حضرات صف بستہ ہوں کرسی پر بیٹھنے والے حضرات بھی کرسی سنبھال چکے ہوں اوراس کے بغل میں کوئی آدمی قرآن کریم لے کر تلاوت کرے تو اس کو بے ادبی نہیں سمجھا جانا چاہئے کیونکہ کرسی پر بیٹھنے والا شخص معذور ہے وہ عذر کی وجہ سے کرسی پر بیٹھا ہے اس کا مقصد قطعاً قرآن کریم کی بے ادبی کرنا نہیں ہوتا، جیسا کہ معذور آدمی کا قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر نماز پڑھنا اس کی بے ادبی میں شمار نہیں ہوتا، اگر اس کو بے ادبی مان بھی لیا جائے پھر بھی اس پر ملامت، شوروشغب یا ترک تلاوت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ کا تعلق ادب سے ہے جس کو ضرورۃً ترک کیا جاسکتا ہے اگرچہ حتی الوسع اس کی رعایت بہتر ہے (ولها آداب) ترکه لایوجب اسائة ولاعتابا کترک سنة الزوائد لکن فعله افضل" (الدر المختار: ۲/۱۷۵)

البتہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اگر کوئی آدمی پہلے سے قرآن کریم کی تلاوت کررہا ہو تو اس کے بغل میں کرسی لگانے کے بجائے مناسب فاصلہ پر کرسی لگائے یا کوئی آدمی پہلے سے کرسی پر بیٹھا ہو تو اس کے بغل میں قرآن کریم پڑھنے کے بجائے کسی دوسری جگہ مناسب فاصلہ پر جس کو دیکھنے والا بے ادبی میں شمار نہ کرے قرآن کریم کی تلاوت کرے یا وہ بھی کرسی پر بیٹھ کر تلاوت کرے، بہرحال اس مسئلہ کو مسجد میں شوروشغب اور ہنگامہ کا ذریعہ بنانا اور قرآن کریم کی تلاوت سے روکنا شرعاً صحیح نہیں ہے، سبھی حضرات اختلاف وانتشار سے بچیں اور باہم متحد ومتفق ہوکر زندگی گزاریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 02 مورخہ ۵؍جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۰؍جنوری ۲۰۲۲ء روز سوموار

سوریہ نمسکار

ملک کی پچھترویں یوم آزادی کے موقع پر حکومت ہند کے ذریعہ تمام اسکولوں میں سوریہ نمسکار کو متعارف کرانے کا متعصبانہ فرمان ملک کے مسلمانوں اور سیکولر عوام کے لیے تشویش کا باعث بن گیا ہے۔ خاص کر مسلمانوں کے عقائد سے ٹکرانے کی وجہ کر مسلم طلبہ اوران کے گارجینوں میں شدید اضطراب پایا جارہا ہے، مسلم قائدین اس زعفرانی فرمان کے خلاف حرف احتجاج بلند کررہے ہیں۔

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، جس کا آئین سیکولر بنیادوں پر بنایا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ کسی بھی ایک مذہب کو اس ملک میں آئینی ودستوری طور پرفوقیت نہیں دی جائے گی اوراس کے رسم ورواج اوراحکامات کوملک کے شہریوں کے لیے لازم نہیں کیاجائے گا؛ بلکہ ہر شخص کواپنے لیے اپنا پسندیدہ مذہب وعقیدہ اختیار کرنے اوراس کے رسم ورواج پر چلنے کی آزادی ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ آزادی کے بعد سے ملک میں بننے والے قوانین وضوابط، منصوبوں اور پالیسیوں میں آئین کے اس بنیادی اقدار کا ہمیشہ خیال رکھا گیا۔ آزادی کے بعد سے جتنی تعلیمی پالیسیاں بنیں یا نصاب تیار کیے گئے، ان سب میں یہ بنیادی عنصر کے طور پر ملحوظ رہا۔ مگر ملک کی ایک جماعت جس کو یہ سیکولر اقدار کبھی ہضم نہیں ہوئے اور وہ اس ملک کو ایک خاص مذہب وعقیدے کا پابند بنانے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہی۔ ۲۰۱۴ء میں جب بی جے پی کی قیادت میں اس جماعت نے پوری اکثریت کے ساتھ زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لیا، تو وہ اس ایجنڈے کی تکمیل میں لگ گئی اور پورے ملک کو زعفرانی رنگ میں رنگنے کی قواعد شروع کردی۔ تعلیمی پالیسی کا بھگوا کرن اور تعلیمی نظام کو ہندتو کے عقیدے اور آستھا کی بنیاد پر چلانا اس کے اولین ایجنڈے میں شامل ہے۔ اسی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے اس نے پورے ملک میں نئی قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء لاگو کرنے کا فیصلہ کیا، جو مکمل طور پر ہندوتو کی ترجمان ہے اور قدیم سناتنی روایات کو مدنظر رکھ کر بنائی گئی ہے۔ نئی قومی تعلیمی پالیسی میں جو سفارشات کی گئی ہیں اسکو عملی جامہ پہنائے جانے کا کام شروع ہو چکا ہے۔ یکم جنوری ۲۰۲۲ء سے تیس ریاستوں کے تقریباً تیس ہزار اسکولوں میں سوریہ نمسکار کو متعارف کرانے اور یوم جمہوریہ ۲۶؍جنوری ۲۰۲۲ء کے موقعہ پر طلبہ وطالبات کے ذریعہ سوریہ نمسکار پر مشتمل تقریب کے انعقاد کا فیصلہ اسی کی ایک کڑی ہے۔ حکومت کا یہ اقدام آئین کے بنیادی اقدار کی سراسر خلاف ورزی اور مسلمان طلبہ وطالبات کے لیے ناقابل قبول ہے۔ مسلمان اللہ کے علاوہ کسی بھی جاندار یا بے جان شئی کی عبادت وپوجا نہیں کرسکتا۔ سوریہ نمسکار کا جو طریقہ ہے وہ گویا سورج کی عبادت کرنے ہی کے مترادف ہے۔ جو ہمیں کسی بھی صورت میں منظور نہیں ہے، اس لئے حکومت ہند سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ اس حکم نامہ کو فوراً واپس لے اوراس کو اسکولوں میں نافذ کرنے سے باز آئے۔ تمام مسلم طلبہ وطالبات سے ہم امید رکھتے ہیں کہ اگران کے اسکولوں میں سوریہ نمسکار کا پروگرام ہوتا ہے تو وہ ہرگز اس میں شریک نہیں ہوں اور نہ اس طرح کی کسی بھی تقریب میں حصہ لیں گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت ملک کی عوام کو اس طرح کے فضول مسائل میں الجھانے کے بجائے حقیقی مسائل کی طرف توجہ دے، مہنگائی اور بے روزگاری کی روک تھام، سرحدوں کی حفاظت، ملکی اثاثوں کے تحفظ جیسے مسائل پر اپنی توجہ صرف کرے۔

بلّی بائی ایپ

عورتوں کے بے عزت کرنے کی جو مہم بعض بے شرم اور بے غیرت لوگوں نے شروع کررکھی ہے، اس نے ایک بار پھر ''بلّی بائی ایپ'' کے نام سے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلانے شروع کیے ہیں، چھ ماہ قبل ''سُلّی ڈیلس'' کے نام سے ایک ایپ نے عورتوں کو بے عزت کرنے کا کام شروع کیا تھا، جس پر مہذب سماج نے کافی احتجاج درج کرایا تھا، اور وہ ایپ بلاک کردیا گیا تھا، ایک سال کے بعد ''بلّی بائی'' کے نام سے نیا ایپ شرارت پسندوں نے لانچ کیا ہے، جس میں صرف مسلم خواتین کو جو سماج میں باوقار حیثیت کی حامل ہیں کونشانہ بنایا گیا ہے، ایپ کھولنے پر کسی مسلم عورت کی تصویر ''بلّی بائی'' کے نام سے سامنے آتی ہے، اوراس کی قیمت لگانے کو کہا جاتا ہے، یعنی ایک طرح سے نیلائی کی بولی لگائی جارہی ہے، اس پر بھدے اور غلط قسم کے تبصرے ڈالے جاتے ہیں، سو سے زائد ایسی تصویریں اس ایپ پر لوڈ ہیں، جس سے مسلم خواتین کو بے عزت کرنے کا کام لیا جارہا ہے۔

اس ایپ نے سائبر کرائم کو بھی اپنی طرف متوجہ کردیا ہے، وزیر اطلاعات ونشریات اشونی وشنو نے اس ایپ کو بلاک کرنے کے بجائے اس کے صارفین کو بلاک کرنے کی بات کہی ہے، یہ جڑ کو محفوظ رکھ کر پھنگی کو کاٹنے جیسی بات ہے، اس ایپ کو ہی بلاک کردینا چاہیے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

یہ ہمت ایپ بنانے والوں میں اس لیے آئی کہ ''سُلّی ڈیلس'' میں گذشتہ جولائی میں جو معاملے درج ہوئے تھے اس پر دہلی اور یوپی پولیس نے کوئی کاروائی نہیں کی، ''بلّی بائی'' پر مہیلا آیوگ کے تنبیہ کرنے پر دہلی پولیس نے کام شروع کردیا ہے، ممبئی سائبر پولیس نے بلّی بائی متنازعہ ایپ کے اصل دماغ اٹھارہ سال کی شویتا سنگھ کو اتراکھنڈ کے رودر پور سے گرفتار کرلیا ہے، ایک اور شخص کی گرفتاری بنگلور سے عمل میں آئی ہے، اس کا نام وشال کمار جھا ہے اور وہ انجینئرنگ کا طالب علم ہے اس معاملہ میں ایک بندے کی گرفتاری آسام سے ہوئی، اس طرح اس معاملہ میں شامل پانچ میں سے تین پولیس کی گرفت میں آچکے ہیں اور اصلا بہار کا رہنے والا ہے، بلّی بائی ایپ کو متحرک رکھنے کے لیے تین فرضی اکاؤنٹ کا استعمال کیا جارہا تھا، ان میں سے ایک اکاؤنٹ سکھوں کے خالصہ کے نام سے بنایا گیا تھا۔

بلّی ایپ معاملہ کو مسلم خواتین کو نفسیاتی طور پر کمزور کرنے اور ان کی سرگرمیوں کو ختم کرنے کے طور پر دیکھا جارہا ہے، تاکہ وہ حکومت کے خلاف کوئی بات سوشل میڈیا پر نہ رکھ سکیں، اور سیاست میں اپنی حصہ داری ادا کرنے سے دور رہیں، اس ایپ کا اثر دیکھنے میں آنے لگا ہے، کئی درجن مسلم خواتین نے اس واقعہ کے بعد اپنا اکاؤنٹ ختم کرنے میں ہی عافیت سمجھی اور انہوں نے سوشل میڈیا سے ترک تعلق کرلیا ہے۔

یہ معاملہ ایک شخص کا نہیں پوری جماعت کا ہے، ہمارا مطالبہ ہے کہ پولیس کو اس گینگ کا قلع قمع کرنا چاہیے اور ایسی سزا دینی چاہیے کہ آئندہ کوئی اس قسم کی فحش حرکت کرنے کی ہمت نہیں جٹا پائے، تبھی ان عورتوں کے ساتھ انصاف ہوپائے گا۔

زہریلی ہوا

کورونا اور اومیکرون کے ساتھ ان دنوں بہار کو زہریلی ہوا کا بھی سامنا ہے، پہلے سے ہی ہوا میں دھول اور دھوئیں کے باریک ذرات ہواؤں میں گھلے ہوئے ہیں جو سانس لینے کی صلاحیت کو متاثر کررہے تھے، اب ایک خطرناک گیس جسے این او-۲ (نائٹروجن ڈائی اکسائڈ) کا نام دیا گیا ہے، بہار کی ہواؤں میں شامل ہوگئی ہے، باخبر ذرائع کے مطابق این او-۲ کی مقدار ہوا میں اسی (۸۰) مائیکروگرام تک قابل برداشت ہے، لیکن بہار کے مختلف شہروں میں یہ گیس زیادہ مقدار میں تحلیل ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے بہت سارے شہروں کی ہوا صحت کے اعتبار سے زہریلی ہوگئی ہے، اتوار کی صبح تک اس گیس کی مقدار راجگیر میں پنچانوے (۹۵)، سیوان میں ۱۲۶، آرا میں ۱۶۱، بتیا میں ۱۲۴، بھاگلپور میں ۱۳۳، بہار شریف میں ۱۵۶، بکسر میں ۱۸۷، اررریہ میں ۱۰۷، گیا میں ۱۹۱، مظفر پور میں پنچانوے، پٹنہ میں ۱۳۸ مائیکروگرام ہر ایک کیوبک میٹر میں شامل تھا، این او-۲، کے علاوہ بہار کی ہوا میں اوزون، کاربن مونو آکسائڈ اور ایس او-۲ کی مقدار بھی لگاتار بڑھتی جارہی ہے۔

مرکزی فضائی آلودگی کنٹرول بورڈ کی رپورٹ کے مطابق ان حالات کی وجہ سے اررریہ، بتیا، بھاگلپور، دربھنگہ، کٹیہار، موتی ہاری، مونگیر، پورنیہ، سہرسہ کی ہوا خراب، جب کہ آرہ، بہار شریف، بکسر، گیا حاجی پور، کشن گنج، مظفر پور، پٹنہ، راجگیر، سہسرام اور سیوان کی ہوا بہت خراب ہے۔

بہار کی ہوا میں جو نائٹروجن ڈائی اکسائڈ پایا گیا ہے یہ ایک خطرناک گیس ہے جو تیزی سے فضا کو آلودہ کرتا ہے، اس کا اثر انسانوں کے سانس لینے کی صلاحیت کے ساتھ دوسرے اعضاء پر بھی پڑتا ہے، جس کی وجہ سے کئی امراض پیدا ہوسکتے ہیں۔

فضا کو آلودہ کرنے میں کوئلہ، پٹرولیم اوراس سے متعلق مصنوعات، کھیتی کے باقیات، قدرتی گیس اور کچڑوں کا بڑا دخل ہوتا ہے، جنہیں ہم کروڑوں ٹن کے حساب سے جلاتے اور استعمال کرتے ہیں، ہمیں فضا کو آلودگی سے بچانے کے لیے ان چیزوں کے استعمال اور ان سے خارج ہونے والے ذرات اور دھول کو قابو کرنے کی کوئی شکل سوچنی ہوگی، اس کے بغیر بظاہر کوئی شکل ہوا سے زہریلے ذرات کو کم کرنے کی سمجھ میں نہیں آتی، ہمیں جلد ہی کچھ کرنا چاہیے تاکہ اس کے زہریلے اثرات سے بچنا ممکن ہوسکے، جب تک ہم کچھ نہیں کرپاتے، تب تک ماسک لگائیے، یہ زہریلے ذرات کو پھیپھڑے تک پہونچنے نہیں دے گا، اسباب کے درجہ میں کورونا اور اومیکرون سے بھی محفوظ رکھے گا۔

موسم کا قہر

دسمبر اور جنوری کے مہینے سخت ٹھنڈ کے لیے مشہور ہیں، کپکپانے والی سردی، یخ بستہ ہوائیں، انسان کو ٹھٹھرا کر رکھ دیتی ہیں، زندگی رک سی جاتی ہے، کہاسے کی وجہ سے گاڑیوں پر بریک لگ جاتی ہے اور ہوائی سروسیں متاثر ہوتی ہیں، ہندوستانی ریل تاخیر سے چلنے میں دنیا میں اپنی ایک شناخت رکھتی ہے، کہاسے کی وجہ سے تاخیر کے ساتھ چلنے والی ٹرینوں کو کثرت سے رد کیا جاتا ہے، سروس معطل ہونے کی وجہ سے پریشانیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور نقل وحمل میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔

یہ موسم مزدوروں، مفلسوں اور غریبوں کے لیے بڑا سخت ہوتا ہے، ان کے پاس پہننے اوڑھنے کے لیے مناسب کپڑے نہیں ہوتے، ٹھنڈک کو برداشت کرنا ان کے لیے جان جوکھم میں ڈالنے کے مترادف ہوتا ہے، کثرت سے اموات ہوتی ہیں اور خاندان اجڑ جاتا ہے۔

ایسے موقعوں سے اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ جن کو اللہ نے مال ودولت سے نوازا ہے اور جن کے پاس ٹھنڈ کا مقابلہ کرنے کے لیے وافر سامان موجود ہے، وہ ان غریبوں، بے کسوں کی بھی خبر گیری کریں، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھیں اور ان کے راحت وآرام کے لیے فکرمند ہوں، پڑوس میں کوئی ٹھنڈ سے پریشان نہ ہو، یہ تو پڑوسیوں کے حقوق کے تحت آتا ہے، لیکن اس دائرہ کو وسائل کے اعتبار سے وسیع سے وسیع تر کرنا چاہیے، اور زیادہ لوگوں تک پہونچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کی فکرمندی اس سلسلے میں مثالی رہی ہے، ہر سال ہزاروں کی تعداد میں تینوں صوبوں کے غرباء میں کمبل کی تقسیم کی جاتی ہے، اس کام کے لیے امارت شرعیہ کے پھیلے ہوئے نیٹ ورک کا استعمال کیا جاتا ہے، نقباء امارت شرعیہ، ذیلی دفاتر اور قضاۃ حضرات کے توسط سے گاؤں گاؤں تک کمبل پہونچایا جاتا ہے، پھر بھی ہمارا احساس ہے کہ وسائل کی قلت کی وجہ سے جس بڑے پیمانے پر لوگوں تک ہمیں پہونچنا چاہیے، ہم نہیں پہونچ پاتے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر گاؤں میں کچھ لوگ کھڑے ہوں اور مقامی آبادی کا سروے کرکے وہاں کے مالداروں کو اس کام پر ابھاریں ان سے وسائل حاصل کریں اور غرباء تک پہونچائیں۔ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ ان کے مالداروں سے لو اور وہاں کے محتاجوں تک پہونچاؤ۔

امارت شرعیہ نے اپنی سطح سے یہ کام شروع کردیا ہے، اور غرباء تک کمبل پہونچایا جارہا ہے، لیکن ضرورت ہے کہ اہل خیر حضرات اس کام کے لیے متوجہ ہوں اور بیت المال امارت شرعیہ میں خاص اس کام کے لیے رقم فراہم کرائیں تاکہ امارت شرعیہ راحت رسانی کا کام بڑے پیمانے پر کرسکے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا محمد یوسف اصلاحی

نامور، معتبر، مستند عالم دین، اچھے منتظم، بہترین مدبر، مفسر، محقق، جامعۃ الصالحات رام پور کے سابق ناظم موجودہ سر پرست، مرکزی درسگاہ اسلامی رامپور کے صدر، ماہنامہ ذکریٰ کے مدیر، پانچ درجن سے زائد کتابوں کے مصنف، آداب زندگی سکھانے والا داعی، اوردلوں میں گھر کر جانے والا مقرر، جماعت اسلامی ہند کی مجلس شوریٰ اور مجلس نمائندگان کے رکن مولانا محمد یوسف اصلاحی نے ۲۱ر دسمبر ۲۰۲۱ء کو رات کے سوا بجے نوئیڈا کے فورٹس اسپتال میں آخری سانس لی، وہ گذشتہ ایک ماہ سے شدید تنفس اور عارضہ قلب میں مبتلا تھے، مراد آباد کے ایک اسپتال میں شروع میں داخل کیا گیا تھا، بعد میں بہتر علاج کے لئے نوئیڈا لایا گیا، لیکن موت کا تو کوئی علاج ہی نہیں ہے، وقت موعود آیا اور ملک الموت لیکر چلتا بنا، یہی زندگی کی حقیقت ہے۔

ان کی نماز جنازہ مرکزی درس گاہ اسلامی کے قریب شادی گھر میں ان کے صاحب زادہ جناب سلمان صاحب نے پڑھائی، اور مسجد قلاش کے قریب والے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں پانچ صاحب زادگان، سعید اختر، سعد، سعود، سلمان، سلیم اور دو لڑکیوں کو چھوڑا، اہلیہ پہلے ہی رخت سفر باندھ چکی تھیں۔

مولانا محمد یوسف اصلاحی بن مولانا عبد القدیم خان کی پیدائش ۹ر جولائی ۱۹۳۲ء کو بریلی اتر پردیش کے ایک اعلیٰ خانوادے میں ہوئی، بعضوں نے جائے پیدائش پر ملی ضلع اٹک موجودہ پاکستان لکھا ہے، جو صحیح نہیں معلوم ہوتا، والد تفسیر وحدیث کے بڑے عالم؛ بلکہ شیخ الحدیث تھے، تجوید، حفظ قرآن اور عربی کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کرنے کے بعد بریلی اسلامیہ کالج سے ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا، والد کی خواہش عالم بنانے کی تھی، اسلئے ان کا داخلہ مظاہر علوم سہارن پور میں کرادیا گیا، دو سال تک وہاں زیر درس رہے، گھر آئے تو ان کے محلہ کا ایک درزی میر راہ کوئی کتاب ان کے حوالہ کرتا، مولانا اسے لے جا کر رکھ دیتے، اور کچھ دن کے بعد واپس کر دیتے، وہ کوئی دوسری کتاب دیتا، ایک دن مولانا نے اس کی دی ہوئی کتاب اٹھا کر پڑھنا شروع کیا، یہ مولانا مودودی کی تنقیحات تھی، اس کتاب کے مطالعہ کی وجہ سے ان کی ذہنی رو جماعت اسلامی کی طرف گئی اور انہوں نے مظاہر علوم چھوڑ کر مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڈھ میں داخلہ لے لیا، وہاں انہیں مولانا اختر اصلاحی اور مولانا امین احسن اصلاحی کی شاگردی میسر آئی، جنہوں نے انہیں قرآن کریم کے رموز و نکات سمجھائے اور اس فن میں انہیں خصوصی درک حاصل ہوا، اچھے نمبرات سے سند فضیلت حاصل کی، دوران طالب علمی ہی میں جماعت اسلامی کے رجحانات وخیالات ان کے اوپر حاوی ہو گیے اور وہ عملی طور پر جماعت اسلامی کی تحریک سے جڑ گیے، عمر کے اکیس سال ہی پورے ہوئے تھے کہ آپ ۱۹۵۳ء میں جماعت اسلامی کے رکن بن گیے، جماعت اسلامی کے افکار میں بہت سارے اتار چڑھاؤ آئے، لیکن مولانا نے پچیس سال کی عمر میں جو وابستگی اختیار کی تو پوری زندگی اس سے جڑے رہے۔

مولانا کی پہلی تصنیف ''آداب زندگی'' صرف بیس سال کی عمر میں سامنے آئی، جس نے اہل علم طبقہ کے ساتھ عوام کو بھی مولانا کا گرویدہ بنا دیا، اس تصنیف کی بے انتہا پذیرائی ہوئی اور اس کتاب نے ملک وبیرون ملک میں انسانی زندگی میں بڑی تبدیلیاں پیدا کیں، مدرسۃ الاصلاح سے فراغت کے بعد آپ نے اپنا میدان عمل رام پور کو بنایا؛ کیونکہ جماعت اسلامی کا علمی مرکز ان دنوں وہیں تھا، ادارہ تصنیف اسلامی کے نام سے قائم اس ادارہ کے ذمہ دار مولانا صدر الدین اصلاحی تھے، مولانا فاروق خان، مولانا جلال الدین انصر عمری اس کے ارکان تھے، مولانا محمد یوسف اصلاحی بھی اس ادارہ سے جڑ گیے اور تصنیف وتحقیق کے کاموں میں مصروف رہے، جب ۱۹۷۰ء میں یہ ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی کے نام سے پان والی کوٹھی دودھ پور علی گڈھ منتقل ہوا تو مولانا نے وہاں جانے سے معذرت کر لی، رام پور میں ہی تجارت شروع کی اور علمی کاموں میں مشغول رہے۔ ۱۹۷۲ء میں ایک مکتبہ اور ادارہ ذکریٰ قائم کیا جس سے ماہنامہ ذکریٰ نکالنا شروع کیا، اب اسے ان کے صاحب زادگان دیکھتے ہیں۔

رام پور میں مولانا ابو سلیم عبد الحیؒ نے ایک مدرسہ بچیوں کی تعلیم کے لیے قائم کیا تھا، مولانا کے انتقال کے بعد جناب توسل حسین صاحب اس کے ذمہ دار منتخب ہوئے، ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ ذمہ داری مولانا محمد یوسف اصلاحی کے سپرد ہوئی، اور مولانا نے اپنی خداداد صلاحیت سے جامعۃ الصالحات رام پور کو ملک وبیرون ملک میں نہ صرف متعارف کرایا، بلکہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اس کی شناخت معیاری تعلیمی ادارہ کی حیثیت سے سامنے آئی یہ ادارہ آج بھی سرگرم عمل ہے۔ ۱۹۷۵ء میں اس ادارہ کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تو آپ اس کے صدر منتخب ہوئے اور پوری زندگی اس ادارہ کی سر پرستی کرتے رہے۔

مولانا نے قرآن واحادیث، سیرت وفقہ اور دیگر موضوعات پر کم وبیش ساٹھ کتابیں تصنیف کیں، ان میں اسلوب کی سادگی، مواد کی فراوانی اور تفہیم کا ملکہ اس قدر ہے کہ ان کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن نکل چکے، ان میں سے کئی کتاب کا دوسری زبان میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ مولانا نے مختلف ملکوں کے دعوتی اسفار بھی کیے، انگلینڈ، امریکہ، جاپان، آسٹریلیا اور خلیج کے کئی ممالک میں ان کا آنا جانا ہوا کرتا تھا، برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے اسفار بھی مولانا نے کثرت سے کیے۔

مولانا کی زندگی سادگی کا مرقع تھی، ان کی تقریروں میں بھی سادگی کی جھلک تھی، وہ مرصع اور بھاری الفاظ کے استعمال سے گریز کرتے تھے، ان کی تقریروں میں خطیبانہ گھن، گرج، الفاظ کا زیر وبم اور جسمانی حرکات وسکنات (باڈی لنگویج) کا استعمال کم ہوتا تھا، لیکن بات بڑی مؤثر ہوتی تھی، جس سے سامعین کو بہت فائدہ پہونچتا تھا۔

مولانا مرحوم دیکھنے میں نحیف الجثہ تھے، لیکن انکی جسمانی کیفیت کا اثر ان کے کاموں پر بالکل نہیں پڑتا تھا، ان کا چہرہ بڑا با رونق، پر کشش اور پر نور تھا، اس میں ایک مقناطیسی چمک پائی جاتی تھی، جس کی وجہ سے جلد ہی لوگ ان کے قریب ہی نہیں گرویدہ ہو جاتے تھے، ان کی اس بارعب شخصیت میں ان کی جامہ زیبی کا بھی دخل تھا، سردی ہو یا گرمی ہر موقع سے شیروانی، آنکھوں پر چشمہ اور سر پر کشتی نما ٹوپی ہوا کرتی، قرآن کریم کی تلاوت اس انداز میں کرتے کہ لوگوں پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی، ان کی رہائش رام پور میں گھیسر سیف الدین خان میں تھی، وہ محلہ کی مسجد میں جب موجود ہوتے تو پابندی سے امامت کرتے، فجر کی نماز میں ان کی تلاوت کا خاص اثر مقتدیوں پر ہوا کرتا تھا، وہ صرف نماز پڑھانے پر اکتفا نہیں کرتے، جماعت اسلامی کی جانب سے درس قرآن، درس حدیث وغیرہ کا جو سلسلہ جاری ہوتا اس کا بھی اہتمام کرتے اور مقتدیوں کی ذہنی تشکیل اور اسلامی اقدار کے ساتھ ان کی تربیت کے فرائض انجام دیتے، وہ اقبال کے لفظوں میں صرف دو رکعت کے امام نہیں تھے۔

مولانا اب اس دنیا میں نہیں ہیں، مولانا نے طویل عمر پائی اور پل پل دین کی خدمت میں صرف کیا، مواقع بہت آئے، لیکن رام پور کو جو مستقر بنایا تو آخری سانس تک اس سے رشتہ نہیں توڑا، اللہ نے آپ کے کام میں برکت عطا فرمائی، اور اب وہ اسی خدا کے پاس گیے ہیں، جس کے لیے پوری زندگی وہ کام کرتے رہے، یقیناً اللہ کی رحمت ومغفرت نے بڑھ کر استقبال کیا ہوگا، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کے مژدہ نے پوری زندگی کی تکان کو دور کر دیا ہوگا۔

کتابوں کی دنیا : مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

عورت، قرآن کریم میں

ترجمہ وتفسیر کے ساتھ

زیر نظر کتاب ''عورت، قرآن کریم میں'' ملک کے مشہور ومعروف اور وسیع النظر عالم دین، بزرگ شخصیت حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عتیق الرحمٰن صاحب صدر رابطہ ادب اسلامی عالمی، بہار شاخ پٹنہ کی تازہ ترین تصنیف ہے، جس میں ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید کی روشنی میں عورتوں کی عظمت وشرافت اور اس کے کردار وعمل پر سیر حاصل بحث کی ہے، گرچہ اس موضوع پر اردو وعربی اور ہندی میں کئی مفید کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، تاہم اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں فاضل مصنف نے اعداد وشمار کے ذریعہ اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم کی کتنی سورتوں اور آیتوں میں عورتوں کا تذکرہ کیا گیا اور پھر انہوں نے موقع ومحل سے مستنبط ہونے والے نئے مسائل کا استخراج بھی کیا ہے اس کا سب سے بڑا فائدہ اس موضوع پر تحقیق وریسرچ کرنے والے اصحاب کو حاصل ہوگا، اس لحاظ سے یہ کتاب محققین کے لئے رہنما خطوط کی حیثیت رکھتی ہیں، کتاب کے آغاز میں مصنف کے قلم سے محققانہ تجزیاتی معروضات ہیں جس سے کتاب کی امتیازی خصوصیات نمایاں ہوتی ہیں، چنانچہ مصنف نے کتاب کے چند اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی اس کی جامعیت ہے، نیز اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ تقابلی مطالعہ کے بعد عورتوں کے نام سے جو سورتیں ہیں یا جن میں ان کے معاشرتی وازدواجی مسائل واحکام بکثرت بیان ہوئے ہیں، ان کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے، تاکہ اگلے صفحات میں مختلف موضوعات کے تحت عورتوں کے جو مسائل واحکام بیان ہوئے ہیں، ان کے سیاق وسباق کا صحیح علم ہو سکے اور یہ بھی معلوم ہو کہ قرآن کریم میں عورتوں کے مسائل واحکام پر کتنا زور دیا گیا ہے اور کس کثرت سے ان کے حالات وواقعات بیان ہوئے ہیں (ص:۲۰)

اس کے بعد عالم اسلام کے نابغۂ روزگار محقق، مایہ ناز ادیب، ملی درد رکھنے والے مذہبی قائد ورہنما آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم ہمارے مخدوم ومربی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی زاد اللہ شرفا وتعظیما کا عالمانہ وحکیمانہ مقدمہ ہے، مختصر ہے مگر جامع ہے اور خلاصہ کتاب ہے، بعد ازاں مضمون کتاب سات ابواب وفصول پر مشتمل ہے، پہلے باب میں عورت مذاہب عالم میں- ایک تقابلی مطالعہ کے عنوان سے شامل ہے، دوسرے باب میں عورت قدیم تہذیب میں، تیسرے باب میں عورت جدید مغربی تہذیب میں، چوتھے باب میں مذاہب عالم اور جدید مغربی تہذیب- ایک جائزہ، پانچویں باب میں قرآن کریم کی انقلابی تعلیمات وپیغامات، چھٹے باب میں عورتوں سے متعلق چند سورتیں- مختصر تعارف اور ساتویں باب میں پورے قرآن کریم میں جن موضوعات کے تحت عورت کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی ذیلی عناوین کے تحت تفصیل ہے، اس حیثیت سے یہ کتاب بہت مفید ہے، جس کے لئے مصنف شکریے کے مستحق ہیں، کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کو بڑی محنت وجانفشانی اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہے، قدرت نے انہیں علم وقلم کی دولت کے ساتھ دل بیدار بھی عطا کیا ہے، وہ عالم بھی ہیں، ادیب بھی اور صاحب دل بھی، صاحب رائے بھی، انہوں نے عرصہ تک خدا بخش اورینٹیل پبلک لائبریری پٹنہ میں کتابوں کی سیر کی ہے، اس کے نادر مخطوطات تک رسائی نے ان کے اندر نکتہ آفرینی کی صلاحیت کو بھی جلا بخشی، جس کی پرچھائیاں جابجا کتاب میں نظر آتی ہیں، ویسے بھی میں ان کی علمی عظمت کے قدر دانوں میں سے ہوں، وہ میرے محسن بھی ہیں اور شفیق بھی، اللہ انہیں تا دیر زندہ سلامت رکھے اور ملت پر ان کے سایہ کو دراز فرمائے کہ انہوں نے قرآن مجید اور عورتوں کے موضوع پر بڑی ہی محققانہ کتاب لکھی جو پڑھنے والے کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی، کتاب کی زبان اور طرز بیان بہت واضح، شگفتہ اور دلکش ہے، حسن طباعت کے لحاظ سے بھی کتاب قابل قدر ہے، 352 صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت 450 روپے رکھی گئی ہے، امید ہے کہ اصحاب علم وذوق اس سے ضرور استفادہ کریں گے، خواہشمند حضرات مرکز تحقیقات اسلامی، گلشن عتیق نیو عظیم آباد کالونی پٹنہ۶ سے طلب کر سکتے ہیں، یا براہ راست مصنف کے موبائل 970811534 پر بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

قسط نمبر-۲۷

حجۃ الاسلام الامام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کا انداز خطابت

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھار کھنڈ☆

تقریر کی دوسری قسم:

برخلاف اس کے تقریر ہی کا ایک اور رنگ بھی ہے۔ الامام الکبیرؒ نے مثالوں سے اس کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ انسانی فطری تقاضوں بھوک، پیاس یا قضاءِ حاجت وغیرہ کی جو حالت ہے کسی خاص نصب العین کی افادیت کے متعلق اسی قسم کی کیفیت بیان کرنے والوں میں پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً آدم کی اولاد کی گمراہی، ان کی غیر آئینی زندگی کے دردناک عواقب اور انجام کا تصور ان کو تڑپا دیتا ہے۔ اور انسانیت کی بہی خواہی کا جذبہ ان پر کچھ اس طریقہ سے مسلط ہو جاتا ہے کہ جیسے فطری تقاضوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ: ''اس وقت تک بے چینی رہتی ہے جب تک ان سے وہ فراغت نہ حاصل کرلے''۔

اور بقول الامام الکبیرؒ: ''اگر فطری تقاضوں میں مبتلا انسان کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اس وقت بھی قلب میں (مثلاً) پاخانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے، اور طبیعت اس کی اسی طرف متوجہ ہوتی ہے اور چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت پاکر قضاءِ حاجت کے لئے جاؤں''۔

بہر حال فطرت کے ان ناگزیر وجدانی تقاضوں کا ذکر کر کے الامام الکبیرؒ نے وعظ پر اصرار کرنے والے صاحب سے کہا کہ: ''کم از کم اتنا تقاضائے ہدایت تو ضرور ہونا چاہئے''۔ فرمایا کہ: ''اگر اتنا بھی نہ ہو، تو نہ واعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اس کا وعظ مؤثر ہوسکتا ہے''۔ ''ہاں! یہ تقاضا (دوسروں کی راہنمائی وہدایت کا) مولوی اسماعیل صاحب کے دل میں پورے طور پر موجود تھا، اور جب تک وہ ہدایت نہ کر لیتے چین نہ آتا تھا''۔ (سوانح قاسمی: ج۱؍ص: ۴۰۰ تا ۴۰۲، امیر الروایات: ۱۶۰)

علماء ربانی کے وعظ کی قسمیں:

یوں تو الامام الکبیرؒ کا وجودِ مسعود ہی مسلمانوں کے لئے بجائے خود مجسم اصلاح تھا، سوانح مخطوطہ کے مصنف نے اس عام قاعدے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''علماء ربانی کا وعظ تین قسم کا ہوتا ہے، قولی، فعلی، حالی، قولی ادنیٰ مرتبہ کا وعظ ہے۔ اور فعلی متوسط، حالی اعلیٰ درجہ کا، اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قولی وہ وعظ ہے جو محض زبان سے احکام خداوندی لوگوں کو سنا دیئے جائیں اور خود ان پر عمل نہ کرے۔ اور فعلی وہ ہے کہ خود عمل کرے، بعد میں لوگوں کو ہدایت کرے، یعنی کرکے دکھلائے اور حالی وہ ہے کہ حال غالب ہوجائے، یعنی نیکی کا کرنا، بدی کا چھوڑنا عادت ہوجائے اور اس کے کرنے میں تکلیف کی حاجت نہ ہو۔

گفتار وکردار میں یکسانیت:

پھر وہی الامام الکبیرؒ کے متعلق اپنا یہ مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے اصول میں یہ تھا کہ جس فعل کو اول خود نہ کرلیتے تھے دوسرں کو اس کے کرنے کی نصیحت نہ کرتے ''جس کا مطلب یہی ہوا کہ گفتار کے ساتھ آپ کا وجود سراپا کردار تھا اور یہی نہیں آگے وہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ مولاناؒ پر حال غالب تھا''۔

دین ہی الامام الکبیرؒ کی زندگی میں تھا اور ان کی زندگی دین کے سوا در حقیقت اور کچھ باقی نہیں رہی تھی۔ اسی لئے ملت اور قوم یعنی مسلمانوں کی داخلی اصلاحات کے سلسلہ میں تو گویا یہ سمجھنا چاہئے کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ عمل کا پیغام بنا ہوا تھا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس راہ میں ''گفت'' سے زیادہ آپ اپنی ''رفت'' اور ''روش'' ہی سے کام لیتے رہے جس کا اندازہ ان لوگوں کے بیان سے بھی ہوتا ہے، جنہوں نے آپ کی تقریریں سنی تھیں، مواعظ وخطبات کا بچا کھچا حصہ ہم تک جو پہنچا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ہے کہ عام مولویوں کی طرح مسلمانوں کی عملی کمزوریوں کا ذکر ان میں کم پایا جاتا ہے بلکہ عموماً اسلام کی اصولی باتوں پر آپ کی تقریر مشتمل ہوتی تھیں۔ گو یا زبان سے تو ہمیشہ علم تقسیم فرماتے تھے اور عمل کا وعظ بجائے قول کے عمر بھر صرف اپنے عمل سے کہتے رہے۔

یہ باتیں کسی انسانی دماغ کی نہیں:

حضرت نانوتویؒ کی مجلس وعظ میں ایک دفعہ مشہور معقولی عالم مولانا احمد حسین کانپوری بھی شریک تھے، جو حضرت حاجی امداد اللہ کے مرید وخلیفہ تھے، مولانا احمد حسن کو دیکھ کر الامام الکبیرؒ کی توجہ اسلام کے ان مسائل کی طرف ہوگئی جن میں قدیم عقلیات کی بنیاد پر اعتراضات کئے جاتے ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت الامام الکبیرؒ کی زبان سے عجیب وغریب عقلی نکات وحقائق ادا ہو رہے تھے کہ مولانا احمد حسن کانپوری جو علماءِ دیوبند سے حسنِ ظن نہیں رکھتے تھے بے ساختہ کہنے لگے کہ اللہ اکبر! یہ باتیں کسی انسانی دماغ کی نہیں ہوسکتیں یہ تو خدا ہی کی باتیں ہیں پھر اپنی اثر پذیری کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ مجھ پر تو یہ اثر ہوا کہ میری خودی مٹ رہی ہے۔ (حاشیہ سوانح قاسمی: ۴۰۶، ارواح ثلاثہ: ۱۸۴)

اپنے اساتذہ سے میری گفتگو کراؤ:

الامام الکبیرؒ کسی صاحب سے ملنے کے لئے ایک دفعہ رامپور تشریف لے گے، معقولی علماء کے امام الائمہ مولانا عبد الحق خیر آبادیؒ بھی رامپور میں قیام پذیر تھے۔ الامام الکبیر کے استاذ مولانا مملوک علیؒ نے اقلیدس کا ترجمہ اردو زبان میں کیا تھا اس پر مولانا عبد الحق خیر آبادی نے رکیک الفاظ میں اعتراضات کئے تھے، اس اعتراض کی خبریں بھی الامام الکبیرؒ تک پہنچتی رہتی تھیں۔ اس زمانہ میں ''تحذیر الناس'' نامی رسالہ کے بعض دعاوی کی وجہ سے بعض مولویوں کی طرف سے خود الامام الکبیرؒ پر بھی طعن وتشنیع کا سلسلہ جاری تھا۔ الغرض کچھ تو ان واقعات کی وجہ سے اور کچھ اس لئے کہ ''معقولیت'' کا مطلب ہی اس زمانہ میں یہ تھا کہ آدمی بجائے آدمی کے مرغ بلند بانگ بن جائے، اور اپنی بانگ کے مقابلہ میں کسی دوسرے مرغ کی بانگ اس کے لئے ناقابلِ برداشت بن جائے، رامپور اس قسم کے بانگ دینے والے مرغوں سے اس زمانہ میں بھرا ہوا تھا، الامام الکبیرؒ نے حالانکہ ان ہی وجوہ سے چاہا کہ آپ کی تشریف آوری کی خبر مشہور نہ ہو، لیکن مشک کی خوشبو کو عطار بھی تو چھپانے کے باوجود چھپا نہیں سکتا، خبر پھیل ہی کر رہی، مولویوں اور ان کے عقیدت مند تلامذہ میں ہلچل مچ گئی، خود الامام الکبیرؒ سے کچھ کہنے سننے کی جرأت تو کوئی نہ کرسکا، البتہ آپ کے ساتھ بعض طلبہ بھی تھے، ان کے ساتھ چھیڑ خانیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، ارواحِ ثلاثہ میں ہے کہ ایک دفعہ جب آپ کے طالب علم مولانا احمد حسن امروہیؒ کو کسی نے چھیڑا، تو الامام الکبیرؒ نے جھنجھلا کر اس طالب علم سے کہا کہ: ''اگر یہ احمد حسن عاجز ہوئے تو میں ان کی مدد کروں گا، اور اگر تم عاجز ہوئے تو تمہارے استاد تمہاری مدد کریں گے، پھر یہ کیوں نہ ہو کہ تم اپنے استاد کو لے آؤ، اور میری ان سے گفتگو ہوجائے''۔
(سوانح قاسمی ج: ۱ص: ۳۷۰، ۳۷۱، ارواح ثلاثہ: ص؍۱۹۸)

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

تاریخ وسیر کی کتابوں میں علماء وصلحاء کے بے شمار سبق آموز واقعات مذکور ہیں جو امت کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے یہاں دو چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ کے معمولات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا واقعہ ہے کہ جب وہ دار العلوم دیوبند پڑھنے کے لئے آئے تو حضرتؒ کے چار طریقے تھے۔ پہلا تو یہ تھا کہ انہوں نے اپنے لئے کچھ ساتھی منتخب کر لئے تھے اور ان سے معاہدہ کرلیا تھا کہ نماز عشا کے بعد نہ تکرار کریں گے نہ مطالعہ کریں گے، بلکہ فوراً سو جائیں گے اور اخیر شب میں اٹھ کر تہجد پڑھیں گے اور اس کے بعد مطالعہ اور تکرار کریں گے۔ جو کام لوگ ابتدائی رات میں کرتے ہیں وہ ہم آخر رات میں کریں گے، چنانچہ ان کے سب ساتھی اس کے پابند ہو گئے۔ دوسرا معمول یہ تھا کہ منڈی میں جو دیوبند کا بازار ہے وہاں چوراہے پر تحصیل کے سامنے عصر کی نماز کے بعد روزانہ وعظ فرماتے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت فرماتے اور ہر روز پابندی سے وعظ فرماتے، ایک آدمی آجائے جب بھی، دس آدمی آجائیں جب بھی، بیس آدمی آجائیں جب بھی۔ سردی پڑ رہی ہو یا گرمی، بلا ناغہ ہر جمعرات کو بیان کرنے کا معمول تھا۔ اسی لئے حضرتؒ نے طالب علمی ہی کے زمانے میں پورے قرآن شریف کا وعظ وہاں سنایا اور تیسرا معمول یہ تھا کہ جمعہ کا دن منتخب کر رکھا تھا اساتذہ کی خدمت میں حاضری کے لئے۔ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کی خدمت میں ایک گھنٹہ اور مولانا سید احمد صاحب دہلویؒ کی خدمت میں ایک گھنٹہ اور مولانا منفعت علی صاحبؒ کی خدمت میں ایک گھنٹہ۔ غرض جتنے اساتذہ تھے جمعہ سے پہلے ایک ایک گھنٹہ ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا اور یہ اپنے اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرماتے کہ میرے متعلق جو خدمت ہو فرمائیں میں اس کے لئے حاضر ہوں۔

کبھی مولانا منفعت علی صاحبؒ فرماتے کہ برسات آگئی ہے، چھت پر مٹی پڑے گی، ذرا مٹی ڈالوادو۔ یہ سنتے ہی حضرت مولانا جاتے اور چھتوں پر ڈال کر پیٹتے۔ جب یہ کام انجام پاچکا تو لکڑیوں کے لئے ٹال پر جاتے وہاں سے لکڑیاں لاد کر لاتے، طلباء کو بلاتے اور لکڑیاں لاکر ان کا چٹہ لگا کر دیا کرتے، جس استاد نے جو کام بتایا وہ کام کر دیا اور اگر کوئی علمی بات معلوم کرنی ہوتی یا کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو پوچھ لیا کرتے، یہ مولانا کا تیسرا معمول تھا اور چوتھا...... معمول یہ تھا کہ حجرے میں ایک گھڑا رکھ چھوڑا تھا، جو خط آتا بغیر پڑھے اسی گھڑے میں ڈال دیا کرتے، ایک سال میں جو دس بیس دن خط جمع ہو جاتے ان کو سالانہ امتحان سے فارغ ہو کر پڑھتے، کسی میں یہ لکھا ہوتا کہ فلاں کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور کسی میں لکھا ہوتا کہ فلاں کا انتقال ہوگیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر تھانہ بھون پہنچ کر کسی کے یہاں تعزیت کے لئے حاضر ہوتے اور کسی کے یہاں...... تہنیت اور مبارک بادی کے لئے، سب لوگ کہتے کہ بھائی ہم نے خط لکھا تھا مگر تم نے جواب بھی نہیں دیا تو حضرتؒ فرماتے کہ میں پڑھنے گیا تھا، کتابیں پڑھنا میرا موضوع تھا، خطوط پڑھنا میرا موضوع نہیں تھا، میں خطوط کو گھڑے میں ڈال دیتا تھا، امتحان سے فارغ ہو کر ان کو پڑھا، اب میں خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یہ چار معمول تھے، اس سے شغف معلوم ہوتا ہے علم کا، ان کو کتابوں کے پڑھنے سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی تھی کہ عزیز واقرباء کے خطوط کو پڑھیں۔

اخلاص اور علم کی راہ میں فنائیت

اکابر نے جو علم حاصل کیا تھا وہ حسن نیت اور اخلاص کی برکت تھی، حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ جو استاد الکل تھے، ایک دن طلبہ سے فرمانے لگے کہ تم علم کیا حاصل کروگے، علم ہم نے حاصل کیا ہے اور جو ہم نے محنتیں اٹھاتی ہیں تم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ فرمایا کہ ہمارے پاس کوئی غذا کا سامان نہیں تھا اور نہ کوئی کھانا ہی مقرر تھا اور نہ کوئی وظیفہ تھا ہمارے پاس کھانے کا ڈھنگ یہ تھا کہ شام کو سبزی منڈی جاتے تھے، جب سبزی فروش سبزیاں بیچ کر چلے جاتے تھے تو وہاں سبزیوں کے ڈنٹھے اور پتے پڑے رہتے تھے، ان سب کو جمع کر کے دھوتے اور پاک کرتے اور اس میں نمک ڈالتے اور اُبال کر کھالیا کرتے تھے، یہ کھانا ہوتا تھا، بعض دفعہ روٹی بھی نہیں ہوتی تھی، پتے ہی کھا کر گذر کیا کرتے تھے اور فرمایا کہ مطالعہ کی صورت یہ تھی کہ مدرسہ میں کوئی روشنی کا بندوبست نہیں تھا ہم چلے جاتے تھے بازار میں نبیوں کی دکان پر ان تختوں کے بیچ میں چراغ کی روشنی کی چھینٹ پڑجاتی تھی، نبیوں کا قاعدہ یہ تھا کہ رات بھر دوکان میں چراغ جلاتے تھے وہ اسے بدفالی سمجھتے تھے کہ رات کو دوکان میں اندھیرا رہے، وہ دکان کے اندر شام کو چراغ جلا کر چھوڑ دیتے۔ مولانا مملوک علی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم دکانوں کے تختوں پر بیٹھ کر جو روشنی دکان سے نکلتی تھی اس میں کتاب دیکھا کرتے تھے، یہ ہمارے مطالعہ کا طریقہ تھا، اس پر فرمایا کہ تم کیا علم حاصل کروگے کیا محنتیں اٹھاؤگے، محنتیں تو ہم نے اٹھائی ہیں۔ بہر حال اس سے اخلاص اور علم کی راہ میں فنائیت معلوم ہوتی ہے۔

مولانا مملوک علیؒ کا دوسرا واقعہ

مولانا ہی کا واقعہ ہے کہ ایک رات دوکان کے تختے پر بیٹھ کر کتاب دیکھ رہے تھے، اتفاق سے کسی شہزادہ کی سواری نکلی، ہاتھی پر شہزادہ سوار اور گھوڑے کے نقیب اور چوبدار صدا لگاتے ہوئے نکل رہے تھے، مگر مولانا کافیہ کے مطالعہ میں اتنے منہمک تھے کہ ان کو یہ خبر نہیں تھی کہ کس کا جلوس آرہا ہے یہ ٹانگیں زمین پر رکھے ہوئے کتاب دیکھ رہے تھے، نقیبوں نے آوازیں دیں مگر ان کے کان میں کچھ آواز نہیں آئی، یہ اپنی کتاب دیکھتے رہے، شہزادے کی سواری قریب آئی تو اس کو غصہ آیا اور چوبدار کو حکم دیا کہ اس کو دھکا دو، اب ان کو پتہ چلا کہ کوئی سواری نکل رہی ہے۔

مولانا کو کافیہ پر اتنا اعتماد تھا کہ فوراً فرمایا کہ بڑا بے چارہ شہزادہ بنا پھرتا ہے، اگر کافیہ کا ایک مسئلہ پوچھ لوں تو میاں سے جواب نہ بن پڑے گا، یہ مولانا کو اعتماد اور ناز تھا، اپنی کافیہ پر ''کافیہ کافی ست باقی دردِ سر'' یہ مولانا کی ہی مثل ہوگئی ان کو اس قدر علمی انہماک تھا کہ کتاب دیکھنے میں نہ بادشاہ کی خبر، نہ بادشاہ گیری کی خبر، اس محنت سے گویا علوم حاصل ہوئے، یہ صدق واخلاص ہی کی برکت تھی۔

Scanned with CamScanner

تکثیری معاشرے میں یکساں سول کوڈ: ایک تجزیہ

مولانا محمد اظہار الحق قاسمی

اسلام ایک عالمی وآفاقی مذہب اور ایک مکمل نظام حیات ہے جس نے ہر دور میں انسانیت کی قیادت کی ہے، سینکڑوں انقلابات وحوادث اور حالات کی گردشوں کے باوجود کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ احساس نہیں پایا گیا کہ اس نظام قانون میں تنگی یا تشنگی ہے، بلکہ اس سے ہر دور اور انسانیت کے ہر طبقے کی ترقی واستحکام میں مرکزی کردار ادا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس میں تمام اقوام عالم اور دنیا کے ہر خطے کی نفسیات اور طبعی میلانات کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اس میں جو جامعیت، ابدیت، معنویت، زندگی، نفاست وحس اور ہر دور کے حالات پر اس کی تطبیقی صلاحیت پائی جاتی ہے وہ دنیا کے کسی قانون میں نہیں پائی جاتی ہے، یہ دلوں پر حکومت کر کے معاشرے کے ظاہر وباطن دونوں سے بحث کرتا ہے، اس کی بنیاد عالمگیر اور فلسفیانہ بنیادوں پر تعمیر ہوتی ہے، جب کہ اس کا قیام وحدت کے اصولوں پر ہوا ہے۔ اس کی بنیاد رسم وروایات کے بجائے ہدایتِ الٰہی پر ہے اور اس کی سب سے بڑی خصوصیت اس کے تمام قوانین میں توازن اور اعتدال ہے۔ عدل وانصاف پر مبنی ہے، ظلم وزیادتی کا انسداد ہے۔ قانون سازی کے میدان میں انسان صدیوں سے کوشش کر رہا ہے، قانون الٰہی سے استفادے کے باوجود آج تک کوئی ایسا مکمل قانون وضع نہیں کیا جا سکا جسے نا قابل ترمیم قرار دیا جائے اور وہ انسانی جذبات وافعال کا مکمل آئینہ دار ہو۔ یہ صرف قانون اسلام کی جامعیت ہے جو کامل ومکمل بھی ہے اور نا قابل تنسیخ بھی۔ ارشاد باری ہے: ”اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا“۔ اسلامی قانون سازی میں فطری تقاضوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، مثلاً انسانی جبلتوں کی اعتدال کے طریقہ پر تسکین کے لئے نکاح کا حکم ہے۔ اسی طرح خوش حال رہنے کی خواہش، عزت ووقار کی خواہش، تعمیر وترقی کی آرزو فطری وطبعی ہے، اس کے لئے بھی شرعی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اصول وقوانین موجود ہیں۔

آج بیشتر ممالک میں دو طرح کے قوانین کا نفاذ ہے، ایک پرسنل لاء جسے احوال شخصیہ کا نام بھی دیا جاتا ہے، دوسرا کومن لاء یعنی مشترکہ قانون، جو کسی ملک کے تمام باشندوں کے لئے یکساں ہوتے ہیں جب کہ شریعت اسلامیہ انسانی مسائل خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، تمدن وثقافت اور مال وزر سے اُن کا تعلق ہو یا اخلاقی بے راہ روی وجرائم سے، ان تمام کا حل یکساں طور پر پیش کرتا ہے۔ ہر مسلمان پر ان تمام احکام کی پیروی لازم قرار دی گئی ہے۔ ہمارے وطن عزیز میں رائج قوانین کی دو قسمیں ہیں: ایک سول کوڈ اور دوسرے کریمنل کوڈ۔ اس دوسری قسم کے قوانین تمام اہل ملک کیلئے یکساں ہیں، ان میں از روئے دستور کسی نوعیت کی تفریق، نسل ومذہب کی بنیاد پر نہیں کی گئی، اس میں جرائم کی سزائیں بھی آتی ہیں، سول کوڈ کے دائرے میں وہ تمام قوانین آتے ہیں جن کا تعلق معاشرتی، تمدنی اور معاملاتی امور سے ہے۔ سول کوڈ ہی کا ایک حصہ جسے پرسنل لاء کہا جاتا ہے، اس میں مذہب کے لحاظ سے کچھ خصوصی شعبوں میں الگ مذہبی قوانین پر عمل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اسی کے تحت مسلمانانِ ہند کے لئے ۱۹۳۷ء میں شریعت اپلیکیشن ایکٹ قائم ہوا، جس میں یہ بات تسلیم کی گئی کہ مسلمانوں کے عائلی مسائل مثلاً نکاح، طلاق، ایلاء، ظہار، لعان، خلع، عدت، فسخ نکاح، وراثت، وصیت، ولایت، رضاعت، حضانت، وقف وغیرہ سے متعلق مقدمات اگر سرکاری عدالتوں میں دائر کئے جائیں اور دونوں فریق مسلمان ہی ہوں تو سرکاری عدالتیں اسلامی شریعت کے مطابق ہی مذکورہ معاملات میں فیصلہ کرے گی۔ ان ہی قوانین کا مجموعہ ""مسلم پرسنل لاء"" کہلاتا ہے۔ ہندوستانی حکومت ہمیشہ اس بات کی یقین دہانی کراتی رہی کہ اس ملک میں مسلمانوں کو اپنے پرسنل لاء کے نفاذ کا مکمل اختیار رہے گا۔ آزادی کے بعد دستور ہند کے آرٹیکل ۲۰؍میں مذہبی قوانین کے تحفظ کی ضمانت دی گئی اور ساتھ ہی دفعہ ۴۴ میں ملک کے شہریوں کے لئے یکساں قانون کی ضمانت بھی دی گئی ہے جو کہ بظاہر دفعہ ۲۵ سے متصادم نظر آتی ہے اور دستور ہند کی یہی وہ دفعہ ہے جس کے بطن سے ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا فتنہ ابھرتا رہتا ہے، جب کہ اگر بغائر دیکھا جائے تو دفعہ ۴۴ غیر مذہبی امور میں ریاستوں کو یکساں قانون سازی کا اختیار دیتا ہے۔ مذکورہ دستور کے نفاذ کے وقت اس شق پر بحث ہوئی تو ڈاکٹر امبیڈکر نے کہا تھا کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی حکومت اپنے شہریوں اور عوام کی خواہش کی رعایت کئے بغیر کوئی قانون ان پر مسلط کر دے۔ اس وقت تو یہ بات کہہ دی گئی لیکن بعد کے دنوں میں آنے والی حکومتیں اسی دفعہ کا حوالہ دیتے ہوئے یکساں سول کوڈ کا راگ الاپتی رہی ہیں۔ میں موجودہ حکومت کے قیام کے بعد سے عدالتوں کی جانب سے یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی فہمائش بڑھتی جا رہی ہے۔ گذشتہ ۱۹۵۰ء سے لے کر اب تک مختلف عدالتوں نے مختلف مواقع پر یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا مطالبہ کر کے بار بار اس بحث کو تازہ کیا ہے، نیز بہت سے ایسے فیصلے بھی کئے گئے ہیں جس میں ملک میں وجود پذیر مختلف مذاہب کے عائلی نظاموں کی تضحیک ہوتی ہے۔ ۱۹۸۵ء کے شاہ بانو کیس کے دوران بھی یہ بحث عدالتوں سے نکل کر سڑکوں اور پارلیمنٹ تک پہنچ گئی تھی۔ بالآخر حکومت کو ایک قانون منظور کر کے چیف جسٹس کے فیصلے کو بدلنا پڑا تھا، لیکن اس فیصلے کے منفی اثرات بھی پورے ملک نے محسوس کئے اور اس کے نتیجے میں ایک ردِ عمل سیاست کو فروغ ملا۔

تازہ صورت حال یہ ہے کہ اکتوبر ۲۰۱۵ء میں شمالی ریاست اتراکھنڈ کی رہنے والی ۳۵؍سالہ خاتون سائرہ بانو بغرض علاج اپنے والدین کے گھر گئی تھی، اسی دوران اسے اپنے شوہر کی جانب سے ایک خط موصول ہوا، جس میں اس کے شوہر نے اس سے علیحدگی اختیار کرنے کا ذکر کیا۔ بالآخر سائرہ بانو نے سپریم کورٹ میں درخواست دائر کی کہ جس میں تین طلاق پر مکمل پابندی اور مسلم پرسنل لاء اپلی کیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء میرج ایکٹ ۱۹۳۹ء کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ مذکورہ خاتون کی درخواست پر سنوائی کرتے ہوئے عدالت نے کہا تھا کہ ملک میں مروج مختلف عائلی نظاموں کی وجہ سے مکمل کنفیوژن کی صورتِ حال ہے اور پھر عدالت نے حکومت ہند کو ڈیڑھ مہینہ کا نوٹس دے کر پوچھا تھا کہ وہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے لئے کیا اقدام کر رہی ہے؟ اس کے جواب میں وزارت قانون نے لاء کمیشن کو خط لکھ کر اس جانب اقدام کرنے کی ہدایت دی تھی۔ اس پر عمل درآمد کرتے ہوئے کمیشن نے یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے لئے تمام عوامی حلقوں سے رائے طلب کرنے کی غرض سے ایک سوال نامہ جاری کر دیا ہے۔ لاء کمیشن نے اس بات کی صراحت کی کہ جاری کردہ سوالوں کے جوابات آنے کے بعد کمیشن اس موضوع پر بحث کرے گا، اس کے بعد کوئی مناسب جواب دیا جائے گا۔ اگر چہ یہ سوالات کمیشن کی بدنیتی اور منفی ذہنیت کی عکاس ہے، لیکن کمیشن کی جانب سے کسی جواب کا انتظار کئے بغیر مرکزی حکومت نے اپنا حلف نامہ داخل کر کے اپنا عندیہ واضح کر دیا ہے جس میں طلاقِ ثلاثہ، تعدد ازواج کے تئیں اپنے معاندانہ رویہ کو واضح کر کے اقلیت دشمن جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اس معاملہ نے ایک بار پھر یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی بحث کو تازہ کر دیا ہے۔ اس وقت فرقہ پرست عناصر کے لئے ملک کا ماحول سازگار ہے اور پھر یہی موضوع موجودہ حکومت کا انتخابی مشورہ بھی رہا ہے۔ ایسے موقع کو غنیمت جان کر کچھ لوگ اپنی سطح پر عدالتوں سے رجوع کر کے عدالتوں کو اس بات پر مجبور کر رہے ہیں کہ وہ یا تو خود اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرے یا حکومت کوئی فیصلہ کرنے کا جواز فراہم کرے۔

جب کہ زمینی حقائق یہ ہیں کہ یہ ملک گنگا جمنی تہذیب کا حامل ہے، تہذیبی تنوع اس ملک کی شناخت ہے اور کثرت میں وحدت ہمارا امتیاز ہے۔ ایسے میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا مطالبہ نہایت غیر معقول ہے۔ اس ملک میں پہلے ہی تقریباً نوے فیصد معاملات میں یکساں قانون رائج ہے۔ مثلاً بچہ مزدوری، نابالغوں کی شادی اور جرائم لیکن مذکورہ معاملات میں یکساں قوانین ہونے کے باوجود کیا ملک میں جرائم ختم ہو گئے؟ کیا بچہ مزدوری اور نکاح طفل کا سلسلہ ہمارے ملک سے ختم ہو گیا؟ یقیناً نہیں! تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ تین طلاق ختم کر دینے سے عورتوں کو انصاف مل جائے گا۔ جنسی مساوات قائم ہو گی۔ اگر تین طلاق کی بناء پر عورت بدحال ہے تو کیا دوسرے مذاہب کی عورتیں صد فیصد با اختیار اور تمام معاملات میں مردوں کے برابر کلی طور پر شریک ہیں؟ جب کہ تلخ حقیقت یہ ہے کہ اگر چہ سیاسی مفادات کی بناء پر طلاق ثلاثہ کو مورد الزام بتایا جا رہا ہے لیکن زوجین کے مابین علیحدگی کی شرح مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہندوؤں اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں میں ہے۔

سالہائے گذشتہ کی پورٹ کے مطابق طلاق، تعدد ازواج کی شرح سب سے زیادہ ہندوؤں میں ہے باوجودیکہ تعدد ازواج پر ہندو ایکٹ میں پابندی ہے۔ ان رپورٹس میں ہندوستان میں مسلمانوں کے یہاں طلاق اور تعدد ازواج کی شرح تمام کمیونٹی کے بعد آتی ہے۔

تعدد ازواج کی اسلام میں سخت شرائط ہیں، جن شرائط پر عمل کئے بغیر دوسری اور تیسری شادی کی اجازت نہیں ہے جب کہ ہندوستان کے پس منظر میں دیکھا جائے تو تعدد ازواج کی شرح مسلمانوں میں نہایت کم ہے۔ اتنی کم شرح کو بنیاد بنا کر قانون اسلامی پر اعتراض کرنا نہایت غیر معقولیت پر مبنی ہے جب کہ احادیث میں طلاق کو ”ابغض المباحات عند اللّٰہ الطلاق“ قرار دیا گیا ہے۔ زوجین کے مابین اختلاف کی صورت میں ابتداءً صلح ومصالحت کو اختیار کیا جائے۔ اگر پھر بھی مصالحت نہ ہو تو خاندان کے ذی ہوش متعلقین صلح کی کوشش کرائیں، بالکل آخری صورت جب کہ نبھاؤ کی شکل نظر نہ آ رہی ہو بطریق شرع طلاق کی اجازت ہے۔ یعنی اس صورت میں ایک طلاق رجعی ہے جب کہ طلاق کی عند اللہ مبغوضیت کے علاوہ طلاقِ ثلاثہ کی کراہیت اور مبغوضیت بھی بطریق حدیث ثابت ہے۔

ایک شخص نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ”الطلاق مرّتان“ کے سلسلے میں دریافت کیا کہ اس میں تیسری طلاق کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”تسریح باحسان“ جو بعد میں مذکور ہے وہی گویا تیسری طلاق ہے۔ یعنی تعلقات زوجیت کا کلی انقطاع جو کہ طلاق سے ہوتا ہے وہی مذکورہ طرزِ عمل سے بھی ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی مختلف مواقع پر تین طلاق دینے کی صورت میں صحابہ کرام کی شدت بھی کتب میں بصراحت مذکور ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہئے، لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہم اپنے خانگی، اجتماعی وانفرادی زندگیوں میں اسلامی اصول کے بجائے کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں تو دشمنانِ اسلام کو ایک دو فرد کی وجہ سے پوری ملت اور اس کے قوانین پر انگشت نمائی کا موقع مل جاتا ہے۔ ایسے ماحول میں ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں سماجی بیداری پیدا کی جائے۔ انہیں اسلامی قوانین سے مکمل آگاہ کرنے کی تحریک چلائی جائے اور اپنی زندگیوں کو مکمل اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا تہیہ کیا جائے اور تحفظ شریعت کے ساتھ مذہبی بیداری کا ثبوت بھی دیا جائے۔ پھر کسی سسٹم کی مجال نہیں کہ وہ مسلم پرسنل لاء پر انگشت نمائی کرے۔

Scanned with CamScanner

بچوں کی دینی تعلیم کو آئندہ پر نہ ٹالیں

مدثر احمد قاسمی

دینی ودنیوی تعلیم میں توازن کے لیے منصوبہ بندی ضروری

تعلیم بوجھ نہیں، بلکہ یہ زندگی کو سہل بنانے، اللہ تبارک وتعالیٰ کو پہچاننے اور انسانیت کو محسوس کرنے کا ایک معتبر ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ماضی میں کبھی کسی صاحب عقل ودانش نے تعلیم کو بوجھ نہیں سمجھا اور نہ ہی اسے بوجھ بننے دیا، ہمارے دور کا المیہ یہ ہے کہ ایک طرف تعلیمی ترقی کو کامیابی کی علامت تصور کیا جارہا ہے وہیں دوسری طرف تجارتی مسابقت نے اسے انتہائی پیچیدہ اور بوجھل بنادیا ہے، اس رجحان کا منفی نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ بچے کتابوں کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں، کیونکہ اب بچوں کو ان کی عمر کے حساب سے کتابیں نہیں دی جارہی ہیں بلکہ ابتدائی کلاس سے ہی نصاب کو ایسا بنادیا گیا ہے اور اتنی کتابیں شامل کردی گئی ہیں کہ بچے تو کجا والدین بھی بستہ اٹھاتے وقت چونک جاتے ہیں، مثال کے طور پر اولاً تو کئی مضامین ہیں اور پھر ہر مضمون کی ایک سے زیادہ شاخیں ہوتی ہیں مثلاً انگلش ہی لے لیں؛ انگلش کی ٹیکسٹ بک، ریڈرز اور گرامر بک، پھر ہر مضمون کی دو دو کاپیاں ضرور ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کھیلنے کی عمر میں جب بچے ذہنی طور پر پڑھنے کے لئے تیار بھی نہیں ہوتے، ان پر اس طرح کا بوجھ ڈال دینا کسی بھی طور پر مناسب نہیں ہے۔

عصری تعلیم کے اس بوجھ کا نقصان اکثر مسلم بچوں کو دو طرح سے اٹھانا پڑتا ہے، ایک ایسی عمر جب دینی تعلیم بچوں کے دل ودماغ میں نقش اور راسخ ہوجانی چاہئے، تاکہ تادم آخر اعمال کی پاکیزگی اور عقیدے کی پختگی ان کا سرمایہ بن جائے، یہ بچے اسکول کی کتابوں اور ہوم ورک میں اس طرح مشغول ہوجاتے ہیں کہ دینی تعلیم کے لئے ان کے پاس وقت ہی نہیں بچتا اور والدین بھی اس بوجھ کو دیکھ کر دل میں یہ کہتے ہیں کہ ''چلو بعد میں دینی تعلیم دلا دیں گے'' یاد رکھیں صحیح وقت میں اگر مناسب دینی تعلیم وتربیت نہ ہو پائے تو اس کی بھرپائی بعد میں ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، یہی وہ بچے ہوتے ہیں جو بڑے ہوکر بڑی ڈگریاں اور نوکریاں حاصل تو کر لیتے ہیں لیکن دین سے بیزار ہوتے ہیں، ان سے نہ تو والدین اور خاندان کو خاطر خواہ فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی مسلم قوم کو۔

دوسرے ایسے بچے جن کے والدین دینی مزاج رکھتے ہیں، ان بچوں کی حالت انتہائی قابل رحم بن جاتی ہے، جب یہ بچے اسکول سے گھر آتے ہیں تو انہیں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد یا تو محلے کے مکتب میں جانا ہوتا ہے یا مولانا صاحب انہیں پڑھانے آجاتے ہیں، عصر کے بعد انہیں اسکول ٹیوشن پڑھنا ہوتا ہے؛ کیونکہ آج اسکول میں جس طرح کی تعلیم ہوتی ہے، ٹیوشن کے بغیر اس کو ہضم کرنا آسان نہیں ہے اور مغرب سے عشاء تک اسباق یاد کرنے میں ان کا وقت گزر جاتا ہے، رات میں کھانے کے بعد والدین ان بچوں کو جلد سونے پر یہ کہہ کر مجبور کرتے ہیں کہ صبح جلدی اٹھ کر اسکول جانا ہے۔

اب آپ ہی بتائیے کہ ایسے بچوں کی ذہنی حالت کیا ہوگی جن کو کھیل کے لئے بالکل وقت نہ ملتا ہو؟ حالانکہ بچوں کی صحت کے لئے کھیل کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ امریکی ماہرین کی ایک تحقیق سے ہوتا ہے۔ امریکہ میں کی گئی تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ''روزانہ ایک دو گھنٹے کھیل کود بچوں کی بہترین صحت کے لئے نہایت ضروری ہے''۔

یہاں ایک اہم سوال یہ ہے کہ دینی اور عصری تعلیم کے بیک وقت ضروری ہونے کی صورت میں آخر وہ کیا طریقہ ہوسکتا ہے جس سے بچوں کے ناتواں کندھوں سے بوجھ کو ہلکا کیا جاسکے؟ ہم اس سوال کے جواب میں عصری تعلیم کے حوالے سے علوم جدیدہ کے ماہرین کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہیں گے کہ بچوں کے اسکولی نصاب کو مختصر اور جامع بنانے کی کوشش کی جائے جیسا کہ ماضی میں ہوتا تھا۔ ایک ماہر تعلیم سکندر خان لکھتے ہیں: ''مجھے اپنے بچپن کا دور یاد ہے کہ پہلی جماعت میں داخلہ پانچ سال کی عمر میں ہوا کرتا تھا اور یہ انگریز کا دور حکومت تھا، پہلی جماعت میں صرف اردو کا ایک قاعدہ ہوتا تھا اور اس کے ساتھ تختی، دوسری جماعت میں حساب کی کتاب آئی اور ایک عدد سلیٹ اور تیسری جماعت میں ضلعی جغرافیہ۔ پانچویں کلاس میں انگلش یا فارسی کے مضامین شامل ہوئے۔ چھٹی جماعت میں تاریخ وجغرافیہ اور شہریت۔ یہ چھوٹی چھوٹی کتب ہوتی تھیں جو آسانی سے سمجھ میں بھی آجاتی تھیں اور یاد بھی ہوجاتی تھیں۔ کسی مرحلے پر نہ بستہ بھاری ہوا نہ بوجھ اٹھانا پڑا، ان بنیادی مضامین کی تعلیم کے ساتھ ایم اے تک پہنچا اور کہیں بھی کوئی دقت محسوس نہ ہوئی، یہ نظام تعلیم کئی سال تک ہندوستان میں جاری رہا، اسی نظام تعلیم سے علامہ اقبال، جوہر برادران اور نہرو وگاندھی جیسے لوگ نکلے جنہوں نے ہندوستان کی تاریخ بدل دی'' دور جدید کے حساب سے تبدیلیاں ضرور لائیں لیکن تبدیلیوں کے نام پر بوجھ نہیں۔

بچوں سے تعلیم کا بوجھ کم کرنے اور انہیں کھیل کود کے لئے بھی کچھ وقت مہیا کرنے کا ایک آسان راستہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اسکول جو مسلم مینجمنٹ کے تحت چل رہے ہیں، ان میں دینیات کو اس طرح پڑھایا جائے کہ بچہ تجوید کے ساتھ قرآن پڑھ سکے، ضروری مسائل، عقائد اور اخلاقیات بھی سیکھ لے۔ اس طرح بچے الگ وقت میں مکتب جانے سے بچ جائیں گے اور والدین کو بھی الگ سے انہیں مکتب میں بھیجنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی، اطلاعات کے مطابق چند اسکولوں میں یہ نظام شروع ہوچکا ہے جس کو مزید وسعت دینے کی اشد ضرورت ہے۔

اسی طرح بچوں کا تعلیمی بوجھ ہلکا کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں دونوں تعلیم سے آراستہ کرنے کی ایک آسان شکل اور ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کے پاس باضابطہ مکاتب کے لئے منظم پلان ہو جیسا کہ ماضی میں تھا، اس نظام کے تحت بھی ایک سے بڑھ کر ایک علماء اور عصری علوم کے ماہرین نکلے ہیں، اگر موجودہ زمانے میں اس نظام کو دوبارہ زندہ کیا گیا تو یہ بھی ایک انقلابی کارنامہ ہوگا جس کے لئے اسکولی قوانین کو پیش نظر رکھ کر منظم منصوبہ بندی کی ضرورت ہوگی۔

اگر ہم نے ان نکات پر عمل کرلیا تو ہم لارڈ میکالے کے ذریعے پھیلائے گئے تعلیمی نظام کے پھندے سے باہر آجائیں گے اور ملک کو ایک تعلیم یافتہ، خدمت گار اور ملت اسلامیہ کو سچا پکا مسلمان، ہمدرد اور وفا شعار سپوت دینے میں بھی کامیاب ہوجائیں گے۔

سیاست خدمت خلق ہے یا دولت کا منافع بخش کاروبار؟

روہنی سنگھ

میں نے دیکھا ہے کہ ایک مفلس اور نادار فرد جب سیاست کی وادی میں قدم رکھتا ہے تو راتوں رات دولت اس کی چوکھٹ کو چوم لیتی ہے۔ چند برس قبل حق اطلاعات کے قانون اور امیدواروں کے ذریعے فائل کیے گیے حلف ناموں اور دیگر ذرائع سے حاصل کی گئی دستاویزات کے ذریعے معلوم ہوا کہ ایک رکن اسمبلی کی دولت میں پانچ سالوں میں 50 ہزار گنا اضافہ ہوا ہے، اسی طرح لوک سبھا کے ممبران کے حلف نامے، جو میں نے خود چیک کیے، ان کے مطابق 2009ء اور 2014ء کے درمیان اوسطاً ایک ممبر کی آمدنی میں 1200 گنا اضافہ ہوا تھا۔ اگر ان کا مشاہدہ کیا جائے، تو بھارت میں ایک ممبر پارلیمان کو تمام الاؤنس اور تنخواہ کے ساتھ بس ماہانہ ایک لاکھ چالیس ہزار کے قریب رقم ملتی ہے، جو اس کے ایک دن کے خرچ سے بھی کم ہوتی ہے، سینٹر فار میڈیا اسٹیڈیز کی ایک رپورٹ کے مطابق 2019ء کے انتخابات میں بھارت میں سیاسی پارٹیوں اور الیکشن کمیشن نے کل ملا کر 600 بلین روپے خرچ کیے جبکہ حکمران بھارتیہ جنتا پارٹی نے 270 بلین روپے خرچ کیے۔ ماضی کی طرح سیاسی پارٹیاں اب بھی عوامی چندے پر چلتی ہیں، لیکن الیکشن میں نامزد امیدوار اپنے حلقے میں چندے کی کوئی مہم نہیں چلاتا۔ ان حالات میں وافر مقدار میں یہ فنڈز کون فراہم کرتا ہے، یہ ایک معمہ ہے؟ سن 2024ء کے عام انتخابات میں بھارت میں ایک ٹریلین روپے خرچ ہونے کے امکانات ہیں۔ دہلی کے نواح میں تقریباً تمام سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں کے فارم ہاؤسز تو کسی عجائب گھر سے کم نہیں ہیں۔ بطور صحافی سیاست دانوں کی پرائیویٹ پارٹیوں میں جانے کی وجہ سے ان فارم ہاؤسز کو اندر سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ان میں سوئمنگ پول سے لے کر دنیا کی وہ تمام آرائشیں موجود ہیں، جن کی کوئی فرد تمنا کرسکتا ہے، ان پارٹیوں میں قیمتی شراب وکباب کی محفلیں جمائی جاتی ہیں۔ ان پارٹیوں اور ان میں شامل افراد کو دیکھ کر یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ طاقت اور دولت کا چولی دامن کا ساتھ ہے؛ لیکن اگر آپ سیاسی جماعت جوائن کرتے وقت کارکنان کے عہد اور حلف کو دیکھیں تو وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ صالح انسان نظر آئیں گے۔ کانگریس ہو یا بی جے پی یا کوئی علاقائی پارٹی، غرض ہر پارٹی نئے ممبران کو متعارف کرواتے ہوئے ان سے یہ عہد لیتی ہے کہ وہ ایک مثالی انسان بنیں گے۔

انہیں شراب سے پرہیز کرنے، کھادی (کاٹن) کاتنے اور پوری عمر صرف یہی کپڑے پہننے کا عہد کرنا پڑتا ہے۔ نیز سبھی مذاہب کا احترام کرنے اور مذہبی رواداری برقرار رکھنے کا حلف بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ حال ہی میں جب کانگریس لیڈر راہول گاندھی نے پارٹی کے ریاستی سربراہان کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران ان سے پوچھا کہ میٹنگ میں کون اس اُمید سے آیا ہے کہ میٹنگ کے بعد شراب پیش کی جائے گی؟ اس سوال نے اس کمرے میں موجود تقریباً سب لوگوں کو حیران کردیا۔ تب میٹنگ میں موجود اراکین کو پارٹی جوائن کرتے وقت کے حلف یاد دلائے گئے اور ان کو احساس دلایا گیا کہ کس حد تک وہ اس عہد کو نبھاتے ہیں۔

شراب نوشی سے پرہیز کرنا کانگریس کے عہد نامے میں رکھی گئی نو شرائط میں شامل ہے۔ ممبران کو مذہب یا ذات پات کی تفریق کے بغیر ایک مربوط معاشرے میں یقین رکھنے کے علاوہ، جسمانی مشقت سمیت دیگر کام انجام دینے کا بیڑہ اٹھانا ہوگا۔ سیکولرازم، سوشلزم اور جمہوریت کو فروغ دینا اور چھوت چھات سے پرہیز کرنے کا بھی عہد لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کانگریس کے تمام ورکروں اور لیڈروں کے لیے لازم ہے کہ ان میں مہاتما گاندھی کی طرح کھادی کاتنے کے قابلیت بھی ہونی چاہیے، اسی طرح حکمراں بی جے پی کے آٹھ نکاتی عہد میں مثبت سیکولرازم اور انسانیت پسندی پر یقین رکھنے کی قسم دلائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ عہد لیا جاتا ہے کہ کارکن ذات، جنس یا مذہب کی بنیاد پر دوسروں کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کریں گے، مگر عملی زندگی میں اس کے کارکنان اقلیتوں کے خلاف نفرت انگیز تقاریر کرتے ہیں۔ وہ رواداری کا عہد تو کرتے ہیں، مگر کسی بھی اختلافی آواز کو برداشت نہیں کرتے۔ اگر سیاسی جماعتوں کے اراکین اس حلف کو یاد کرکے اس پر عمل کریں تو بھارت عملی طور پر دنیا کے لیے قابل فخر مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔ مگر لگتا ہے کہ جو لوگ ان پارٹیوں میں شامل ہوتے ہیں وہ یہ حلف پڑھتے ہی نہیں ہیں، بائیں بازو شاید وہ واحد سیاسی جماعت ہے، جہاں نئے کارکنوں کو پارٹی میں داخلے کے بعد چھ ماہ کا ٹریننگ کورس مکمل کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد سال کے آخر میں اس کا امتحان ہوتا ہے، جس میں کارل مارکس اور دیگر لیڈران کے بارے میں سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ پھر اگلے چھ ماہ تک اس کو آبزرویشن میں رکھا جاتا ہے، جس کے بعد ہی مکمل ممبر شپ تفویض ہوتی ہے۔

مہاتما گاندھی نے 1937ء میں اس وقت کے کانگریسی وزرائے اعلیٰ کو سادگی اپنانے کی تلقین کی تھی۔ اپنے خط میں انہوں نے لکھا تھا، "کانگریسیوں کو یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ سادگی پر ان (گاندھی) کی ہی اجارہ داری ہے، جس کا مظاہرہ وہ 1920ء سے دھوتی کی صورت میں کر رہے ہیں۔ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں رام اور کرشن کو مثال کے طور پر اس لیے پیش نہیں کرسکتا کہ یہ قبل از تاریخ کے نام ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مہارانا پرتاپ اور شیواجی انتہائی سادہ زندگی گزارتے تھے لیکن اس بات پر اختلاف ہے کہ جب وہ اقتدار میں آئے تو انہوں نے کیا طرز عمل اپنایا۔ البتہ پیغمبر اسلام، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں کوئی دو رائے نہیں ہیں۔ پوری دنیا کی دولت ان کے قدموں میں تھی، اس کے باوجود انہوں نے جس طرح کی جفاکش اور سادہ زندگی گزاری، اس کی کوئی دوسری مثال تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ حضرت عمر نے اپنے گورنروں کو بھی موٹا کپڑا پہننے اور موٹا آٹا کھانے کی ہدایت دی تھی۔ اگر کانگریسی وزراء بھی اسی سادگی اور کفایت شعاری کو برقرار رکھیں گے، جس پر وہ 1920ء سے گامزن ہیں تو اس سے ہزاروں روپے بچیں گے، اس سے غریبوں کی اُمیدیں روشن ہوسکتی ہیں اور خدمات کے آہنگ میں تبدیلی آسکتی ہے۔ میں اس جانب اشارہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ سادگی کا مطلب بدحالی ہرگز نہیں، سادگی میں ایک خوبصورتی اور کشش ہوتی ہے، جسے اس خوبی کو اپنانے والے بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ پاک صاف اور باوقار رہنے کے لیے پیسے کی ضرورت نہیں پڑتی۔" ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مہاتما گاندھی کی ان نصیحتوں کو یورپی ممالک کے سیاست دانوں نے حرف بہ حرف اپنالیا ہے لیکن ہمارے لیڈروں نے ان تعلیمات کو بہت پہلے سے بھلا رکھا ہے، جس کا انجام آج عوام کو بدحالی اور تباہی کی صورت میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

انڈونیشیا میں سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ سے چھ افراد ہلاک

انڈونیشیا کے صوبہ پاپوا میں سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ کی زد میں آنے سے چھ افراد ہلاک اور تقریباً 500 بہہ گئے۔ انڈونیشیا کی ڈیزاسٹر مینجمنٹ ایجنسی نے جمعہ کے روز یہ اطلاع دی۔ ایجنسی کے ترجمان عبدالمہاری نے کہا کہ جمعرات کی رات سے ہونے والی موسلا دھار بارش کی زد میں آنے سے پاپوا صوبے کے شہر جئے پورہ کے کئی علاقے بری طرح متاثر ہوئے ہیں (یو این آئی)

عائشہ بنیں گی پاکستانی سپریم کورٹ کی پہلی خاتون جج

چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس گلزار احمد کی سربراہی میں پاکستان جوڈیشیل کمیشن (جے سی پی) نے لاہور ہائی کورٹ کی جج عائشہ اے ملک کو ملک کی سپریم کورٹ میں تقرری کو منظوری دے دی ہے، اگر پارلیمانی کمیٹی برائے ججز تقرری نے منظوری دے دی تو وہ پاکستان کی سپریم کورٹ کی پہلی خاتون جج ہوں گی۔ دوسری طرف پاکستان میں اس معاملے میں کافی احتجاج ہو رہے ہیں اور وکلا تنظیموں نے اس تقرری کو سنیئرٹی اصول کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے اس کی مخالفت کا اعلان کر رکھا ہے۔ خیال رہے کہ جسٹس عائشہ اے ملک لاہور ہائی کورٹ کے 40 جج میں شامل صرف دو خاتون ججوں میں سے ایک ہیں۔ پاکستان میں خواتین وکلا کے یکساں مواقع کے لیے کام کرنے والے گروپ ''وویمن ان لا'' کے مطابق محض 15 فیصد خواتین جج پاکستان کی عدلیہ کا حصہ ہیں۔ (ایجنسی)

اومیکرون؛ سعودی عرب کے بعد کویت کی مساجد میں بھی سخت کورونا پابندیاں

سعودی عرب کے بعد کویت نے بھی کورونا کی نئی شکل اومیکرون کے تیزی سے پھیلاؤ کے پیش نظر مساجد میں سخت کورونا پابندیاں نافذ کر دی ہیں۔ سعودی میڈیا کے مطابق کویت نے ملک بھر کی مساجد میں سماجی فاصلہ رکھنے، ماسک پہننے، میل جول سے پرہیز کرنے اور اپنی جائے نمازیں ساتھ لانے کی پابندیاں نافذ کی ہیں جب کہ نماز اور خطبے کے دوران دروازے، کھڑکیاں کھلی رکھنے کی بھی ہدایت کی گئی ہے۔ یہ نئی کورونا پابندیاں اومیکرون کے تیزی سے پھیلاؤ کو مدنظر رکھتے ہوئے عائد کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں 9 جنوری سے مساجد میں نکاح کے وقت بھی زیادہ سے زیادہ 6 افراد کو شرکت کی اجازت ہوگی۔ کویت کی حکومت نے 9 جنوری سے 28 فروری تک بند جگہوں پر ہر قسم کے عوامی اجتماعات پر بھی پابندی لگا دی ہے جب کہ عوامی مقامات پر ماسک پہننا لازمی ہے۔ ویکسی نیشن کی مہم کو بھی تیز تر کیا جا رہا ہے۔ قبل ازیں سعودی عرب نے خانہ کعبہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سماجی فاصلہ سمیت نرم کی گئی کئی کورونا پابندیاں دوبارہ عائد کر دی ہیں جن میں معتمرین کی تعداد اور مقدس مساجد میں داخلے کے راستے مختص کرنا بھی شامل ہیں۔ واضح رہے کہ جنوبی افریقہ میں پہلی بار سامنے آنے والی کورونا کی نئی شکل اومیکرون دنیا بھر میں تیزی سے پھیل رہی ہے جس کے باعث کئی ممالک میں اُٹھائی گئیں کورونا پابندیاں دوبارہ نافذ کی جا رہی ہیں۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

ہندوستان ''سی ڈریگن'' مشق میں شامل ہوا

ہندوستان اور امریکہ مغربی بحرالکاہل میں گوام کے اینڈرسن ایئر فورس بیس پر کثیر القومی اینٹی سب میرین وارفیئر (اے ایس ڈبلیو) مشق ''سی ڈریگن 2022'' کے لیے دیگر شراکت دار ممالک میں شامل ہوا، امریکی بحریہ نے جمعہ کو یہ اطلاع دی۔ یو ایس انڈو پیسفک کمانڈ کے مطابق ''سی ڈریگن'' امریکہ کی زیر قیادت ایک کثیر القومی مشق ہے جسے ہند۔بحرالکاہل کے خطے میں روایتی اور غیر روایتی سمندری سلامتی کے چیلنجوں کے جواب میں ایک ساتھ چلانے کے لیے آبدوز مخالف جنگی حکمت عملی کی مشق کرنے اور اس پر تبادلہ خیال کرنے کے لیے تیار ہے۔ (یو این آئی)

ہانگ کانگ نے ہندوستان سمیت آٹھ ممالک کی فضائی سروس پر پابندی عائد کی

ہانگ کانگ نے بدھ کو سخت نئے رہنما خطوط کا اعلان کرتے ہوئے 8 جنوری سے ہندوستان سمیت آٹھ ممالک سے مسافر پروازوں پر پابندی عائد کر دی ہے۔ ہانگ کانگ کی رہنما کیری لام نے کہا کہ آسٹریلیا، برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، پاکستان، فلپائن، فرانس اور ہندوستان سے دو ہفتے کے لئے پروازوں پر پابندی عائد کر دی گئی ہے، ان ممالک سے مسافر پروازوں کو ہانگ کانگ میں اترنے کی اجازت نہیں ہوگی اور ان ممالک میں رہنے والے افراد کو ٹرانزٹ پروازوں سمیت ہانگ کانگ کے لئے اڑان بھرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (یو این آئی)

حزب اللہ، عرب سلامتی کے لیے خطرہ ہے: سعودی سفیر

بیروت میں موجود سعودی سفیر ولید بخاری نے شعیہ عسکری تنظیم حزب اللہ کو عرب دنیا کے لیے خطرہ قرار دیا ہے۔ اس سے قبل حزب اللہ نے سعودی بادشاہ سلمان کو ''دہشت گرد'' قرار دیا تھا۔ سعودی سفیر نے خبر رساں ادارے اے ایف پی سے گفتگو میں کہا کہ یمن میں جاری جنگ کی وجہ سے لبنان اور خلیجی عرب ریاستوں کے مابین پیدا کشیدگی کی سب سے بڑی وجہ حزب اللہ ہے۔ بخاری کا کہنا تھا کہ ریاض حکومت کو امید ہے کہ سیاسی جماعتیں لبنان کو اپنی اولین ترجیح بنائیں گی اور حزب اللہ کی دہشت کا خاتمہ کریں گی۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

یمن میں عرب فوجی اتحاد کی کارروائیوں میں 390 سے زائد حوثی باغی ہلاک

سعودی عرب کی قیادت میں اتحادیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یمن میں مختلف کارروائیوں میں 390 سے زائد حوثی مارے گئے ہیں۔ عرب نیوز کی رپورٹ کے مطابق صوبہ ماریب میں 24 گھنٹوں کے دوران 150 سے زائد حوثی جنگجو مارے گئے اور 19 فوجی گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ علاوہ ازیں عرب اتحاد نے جنوبی صوبے شبوا میں بھی حملے کا دعویٰ کیا، جس کے نتیجے میں 240 حوثی ہلاک اور 25 فوجی گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔ عرب اتحاد کے ترجمان بریگیڈیئر جنرل ترکی المالکی نے کہا کہ وہ آئندہ چند روز میں حملوں سے متعلق ثبوت پیش کریں گے اور بتائیں گے کہ ملیشیا حدیدہ اور سلف کی بندرگاہوں کو فوجی مقاصد کے لیے استعمال کر رہی تھی۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

تعلیم و روزگار

جھارکھنڈ اسٹاف سلیکشن کمیشن نے کئی عہدوں کے لیے نکالی ویکنسی

علاقائی زبانوں کی فہرست میں اردو بھی شامل، سو نمبر کا ہوگا اردو کا پرچہ

جھارکھنڈ اسٹاف سلیکشن کمیشن (JSSC) نے ۲۰۲۲ء میں کئی عہدوں پر بحالی کے لیے جھارکھنڈ جنرل گریجویشن لیول کمبائنڈ کمپیٹیو اگزامنیشن (JGGLCCE) کے انعقاد کا اعلان نکالا ہے۔ ان عہدوں پر بحالی کے لیے امیدوار آن لائن درخواست آفیشیل ویب سائٹ i www.jssc.nic.in پر لاگ ان کر کے دے سکتے ہیں۔ امتحان کی فیس ایک ہزار روپئے ہے۔ جھارکھنڈ صوبہ کے شیڈول کاسٹ و شیڈول ٹرائب کے امیدواروں کے لیے امتحان فیس صرف دو سو پچاس (۲۵۰) روپئے ہے۔ امتحان فیس نا قابل واپسی ہے۔ جن عہدوں پر بحالی ہونی ہے، ان میں اسسٹنٹ برانچ آفیسر کی ۳۸۴ر سیٹوں، جونیئر سیکریٹریٹ اسسٹنٹ کی ۳۲۲ر سیٹوں، بلاک سپلائی آفیسر کی ۲۴۵ر سیٹوں اور پلاننگ اسسٹنٹ کی پانچ سیٹوں کے لیے امتحان لیے جائیں گے۔ ان عہدوں پر بحالی کے لیے کسی بھی منظور شدہ یونیورسٹی سے گریجویشن یا اس کے مساوی امتحان کا پاس ہونا لازمی ہے۔ عمر کی کم سے کم حد ۲۱ر سال اور زیادہ سے زیادہ جنرل کے لیے ۳۵ر سال، ای بی سی اور بی سی کے مردوں کے لیے ۳۷ر سال، ای بی سی اور بی سی کی خواتین کے لیے ۳۸ر سال اور شیڈول کاسٹ و شیڈول کاسٹ (مرد و خواتین) کے لیے ۴۰ر سال ہے۔ معذور امیدواروں کو عمر کی زیادہ سے زیادہ حد میں مزید دس سال کی چھوٹ دی جائے گی۔ ان سبھی عہدوں پر بحالی کے لیے امیدواروں کو میٹرک یا اس کے مساوی امتحان اور انٹرمیڈیٹ یا اس کے مساوی امتحان جھارکھنڈ میں واقع کسی منظور شدہ بورڈ سے پاس ہونا لازمی ہے، نیز مقامی رسم و رواج، علاقائی زبان اور ماحول کا علم ہونا بھی لازمی ہے۔ رجسٹریشن ۱۵ر جنوری ۲۰۲۲ء کو گیارہ بجے دن سے شروع ہوگا اور ۱۴ر فروری ۲۰۲۲ء کی نصف شب (11:59) تک جاری رہے گا۔ امتحان فیس جمع کرنے کی آخری تاریخ ۱۶ر فروری ۲۰۲۲ء کی نصف شب تک رہے گی۔ فوٹو اور دستخط اپلوڈ کر کے پرنٹ نکالنے کی آخری تاریخ ۱۸ر فروری ۲۰۲۲ء کی نصف شب تک ہوگی، درخواست میں اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو اس کا موقع ۱۹ر فروری ۲۰۲۲ء کو دو پہر گیارہ بجے سے ۲۱ر فروری ۲۰۲۲ء کی نصف شب تک رہے گا۔ ان سبھی عہدوں کے لیے امتحان ایک مرحلہ میں (Main Exam) ہوگا۔ سوالات معروضی اور کثیر انتخابی (Objective & Multiple Choice Questions) دونوں طرح کے ہوں گے، ہر صحیح جواب کے لیے تین نمبر دیے جائیں گے اور غلط جواب پر ایک نمبر کاٹا جائے گا۔ زبان کے پرچہ کو چھوڑ کر دیگر موضوعات کے پرچے ہندی اور انگریزی دو زبانوں میں ہوں گے۔ امتحان کے کل تین پرچے ہوں گے جو تین نشستوں میں لیے جائیں گے، ہر نشست کے لیے دو گھنٹہ ہوگا۔ پہلا پرچہ زبان کا ہوگا جو کل ایک سو بیس نمبروں کے لیے ہوگا، جس میں ۶۰ر نمبر ہندی زبان اور ۶۰ر نمبر انگریزی زبان کے لیے ہوگا۔ دوسرا پرچہ علاقائی یا مقامی زبان کا ہوگا۔ یہ سو نمبر کا ہوگا، ان میں اردو، سنتھالی، بنگلہ، منڈاری/منڈا، ہو، کھڑیا، اڑاؤں، کرمالی، کھورٹھا، ناگپوری، پنچپرگنیا، اڑیا زبانیں شامل ہیں، امیدوار ان زبانوں میں سے کسی ایک زبان کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ تیسرا پرچہ جنرل نالج کا ہوگا جو ایک سو پچاس نمبر کا ہوگا۔ اردو زبان و ادب میں مندرجہ ذیل موضوعات پر سوال ہوں گے۔

(۱) اردو ادب

نثر: کفن (پریم چند)، نیا قانون (سعادت حسن منٹو)، آخری حربہ (الیاس احمد گدی)

نظم: مفلسی (نظیر اکبر آبادی)، صبح آزادی (فیض احمد فیض)، ولادت نبوی (حالی)

اشعار: اے روشنی طبع جلا کیوں نہیں دیتی (صدیق مجیبی)، شبنم بھیگی گھاس پر چلنا کتنا اچھا لگتا ہے (پرکاش فکری) تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں (شاد عظیم آبادی)

(۲) امراؤں جان ادا (مرزا ہادی رسوا) (۳) اردو قواعد: جنس، اضداد، معانی، واحد جمع، مترادفات وغیرہ

پی جی نیٹ کونسلنگ 2021 کو سپریم کورٹ کی ہری جھنڈی

سپریم کورٹ نے جمعہ کو میڈیکل کے پوسٹ گریجویٹ کورس میں معاشی طور پر کمزور طبقہ (ای ڈبلیو ایس) کو دس فیصد اور دیگر پسماندہ طبقہ (او بی سی) کو 27 فیصد ریزرویشن کے ساتھ قومی اہلیتی داخلہ ٹسٹ 2021 (نیٹ پی جی) کی کاؤنسلنگ کی اجازت دے دی۔ جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ اور اے ایس بوپنا کی بینچ نے اپنے حکم میں او بی سی کے لیے 27 فیصد ریزرویشن برقرار رکھا، لیکن کہا کہ ای ڈبلیو ایس امیدواروں کے لیے مقررہ آٹھ لاکھ روپے سالانہ آمدنی معیار زیر التوا عرضیوں کے آخری نتیجے کے دائرہ میں ہوگا۔ عدالت عظمیٰ کی بینچ نے اپنے آخری حکم میں واضح کیا کہ اس نے اس سال کے لیے اقتصادی طور پر کمزور طبقوں کے لیے آمدنی معیار کو جاری رکھنے کے لیے مرکزی حکومت کے ذریعہ تشکیل کردہ تین رکنی اجے بھوشن پانڈے کمیٹی کی سفارشات منظور کر لی ہیں، اس سے پہلے سپریم کورٹ نے جمعرات کو عرضی دہندگان اور ریزرویشن کی حامی مرکزی حکومت کا موقف تفصیل سے سننے کے بعد اپنا فیصلہ محفوظ رکھ لیا تھا۔ عدالت عظمیٰ کے اس فیصلے کے ساتھ ہی نیٹ پی جی۔ 2021 نتائج کی بنیاد پر داخلہ کے لیے جلد کاؤنسلنگ کا عمل آگے بڑھانے میں حائل رکاوٹیں دور ہو گئیں، ریاستی سرکاری میڈیکل کالجوں میں آل انڈیا کوٹہ کی نشستوں میں معاشی طور پر کمزور طبقوں کے لیے ریزرویشن کا معیار طے کرنے پر جاری تنازع کی وجہ سے کاؤنسلنگ کا عمل رک گیا تھا۔ مرکزی حکومت نے اقتصادی طور پر کمزور طبقوں کے خاندان کے لیے 8 لاکھ روپے تک کی سالانہ آمدنی کی حد مقرر کی ہے۔ بنچ ان معیار کو طے کرنے کے طریقہ کار کو تفصیلاً جاننا چاہتا تھا۔ اس کے لیے مرکزی حکومت نے 30 نومبر 2021 کو تین رکنی کمیٹی تشکیل دی تھی جس نے 31 دسمبر کو اپنی رپورٹ پیش کی، اس رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے مرکزی حکومت نے حال ہی میں ایک حلف نامہ داخل کر کے سپریم کورٹ کو بتایا تھا کہ ای ایس ڈبلیو امیدواروں کے لیے 8 لاکھ روپے کی حد مناسب ہے۔ کونسلنگ کے عمل میں مسلسل تاخیر کی وجہ سے پوسٹ گریجویٹ کلاس میں داخلہ لینے والے امیدوار ڈاکٹروں کا مسلسل احتجاج جاری تھا، اس لیے مرکزی حکومت نے عدالت سے اس معاملے پر جلد سماعت کی درخواست کی تھی۔ عدالت نے حکومت کی درخواست منظور کرتے ہوئے سماعت کی۔ سماعت کے دوران سالیسٹر جنرل تشار مہتا نے عدالت کو یقین دلایا تھا کہ حکومت نے وسیع مشاورت اور ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد ریزرویشن نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس سے عام زمرے کے طلبہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، مسٹر مہتا نے یہ بھی واضح کیا تھا کہ موجودہ معاملے میں اگر خاندان کے تین افراد کو سالانہ 3-3 لاکھ روپے ملتے ہیں تو ان کی آمدنی 9 لاکھ روپے سمجھی جائے گی اور وہ ای ڈبلیو ایس زمرہ کے تحت نہیں آئیں گے۔ (یو این آئی)

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

بچیوں کے لیے عصری تعلیم کے ادارے علاحدہ سے قائم کیے جائیں: مولانا محمد شبلی القاسمی

ہر زمانے میں تعلیم وقت کی ضرورت رہی ہے، خاص کر موجودہ صدی تعلیم وٹیکنالوجی کی صدی ہے، کامیابی کی تمام منزلیں تعلیم کی شاہراہوں سے ہی گذر کر حاصل ہوتی ہیں، مذہب اسلام جس کا پہلا لفظ "اقرأ" ہے۔اس کا معنی پڑھنے کے ہیں۔ یہ تاریخ کی سب سے بڑی سچائی ہے کہ پوری دنیا میں جو علوم وفنون کو ترقی عام حاصل ہوئی ہے، وہ ساتویں صدی عیسوی کے بعد ہی کا زمانہ ہے، جو اصلاً اسلامی علوم وفنون کے پھیلنے کا زمانہ ہے، تمام اسلامی فرماں رواؤں نے اپنے اپنے عہد خلافت میں اپنے دائرہ سلطنت کے اندر علوم وفنون کی ترویج واشاعت سے دلچسپی لی اوراس کی کھلے دل سے سرپرستی کی۔صنعت وحرفت ہو یا فن تعمیر ہو، ہمارے پیش رو مسلم حکمرانوں نے ہندوستان میں اپنی نشانیاں چھوڑی ہیں۔ یہ دور ترقی وٹیکنالوجی کے اہتمام کا دور ہے، وہی قوم معاشرہ میں باوزن اور باعزت تصور کی جاتی ہے جو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ مروجہ علوم میں پیش پیش ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ علم دوست مسلمان اسکولوں اور ہنرگاہوں کے قیام کی فکر کریں، جہاں غکومت کے ضابطہ کے مطابق سرکاری سطح پر پرائمری، مڈل اور ہائی اسکول نہیں ہیں وہاں حکومت کومتوجہ کیا جائے اور مطالبے جاری رکھے جائیں، اوراس کی اطلاع امارت شرعیہ کو بھی دی جائے تاکہ امارت شرعیہ بھی اپنے طور پر حکومت کواس کی جانب متوجہ کرے۔مذکورہ باتیں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے تعلیمی دورہ کے درمیان علی نگر بلاک کے روپس پور گاؤں میں ایک مسجد کے سنگ بنیاد کے موقع پر منعقد تقریب میں کہیں۔انہوں نے امارت شرعیہ کے جملہ اہداف کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ کے موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم نے بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مسلمانوں کوتعلیم کے میدان میں آگے لانے کے لیے اپنے والد بزرگوار امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نور اللہ مرقدہ کے کھینچے ہوئے نقوش پر چلتے ہوئے نہایت فکرمندی کے ساتھ کوشاں ہیں۔انہوں نے امسال بنیادی دینی تعلیم کے فروغ کے لیے سو نئے مکاتب اور عصری تعلیم کے فروغ واشاعت کی غرض سے دس نئے اسکول کے قیام کا منصوبہ بنایا ہے، جس پر باضابطہ امارت شرعیہ کے ذمہ داران محنت ولگن کے ساتھ کام کررہے ہیں۔ اڈیشہ وجھارکھنڈ سمیت بہار کے کئی اضلاع میں اسکول کی تعمیر کے سلسلہ میں کام جاری ہے۔

اسی کے پیش نظر حضرت امیر شریعت کی ہدایت پر امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے قائم مقام ناظم نے اسکول کے قیام کو عملی شکل دینے اوراس کیلئے زمین اور عمارت کا معائنہ کرنے کیلیے مختلف مقامات کا دورہ کیا آج سب سے پہلے جناب ڈاکٹر عبدالباری صدیقی کے آبائی گاؤں علی نگر بلاک کے رولا پور پہنچے جہاں ان کا تعمیر شدہ اسکول بلڈنگ کا معائنہ کیا۔ڈاکٹر عبدالباری صدیقی نے اپنی اس تعمیر شدہ عمارت جس میں پہلے سے اسکول چل رہا تھا اب یہ اعلان کیا ہے کہ میں اسے امارت شرعیہ کے حوالے کرتا ہوں اگر اس بلڈنگ میں مزید اخراجات آتے ہیں تو ان شاء اللہ میں اس کیلیے بھی تیار ہوں۔اس موقع پر اسی بستی میں ایک نئی مسجد کی تقریب سنگ بنیاد بھی منعقد کی گئی، جس میں علاقہ کے علماء ودانشوران نے شرکت کی، علاقہ کی مشہور بزرگ شخصیت حضرت ماسٹر قاسم صاحب سمیت تنظیم امارت شرعیہ علی نگر کے ذمہ داران جناب حیات اللہ صاحب، مولانا زبیر عالم قاسمی صاحب، مولانا نذر الباری صاحب اور مدرسہ احمدیہ سلفیہ کے شیخ الحدیث مولانا عرفان مدنی ندوی صاحب، مفتی مہتاب عالم قاسمی کے علاوہ علماء وخواص کی بڑی تعداد موجود تھی۔

اس کے بعد دربھنگہ کے مغربی بلاک سنگھوارہ کے پیغمبر پور گاؤں پہنچے جہاں امارت شرعیہ کے نہایت مخلص اور سماجی کارکن محترم جناب محمود کریمی صاحب کی ایک قدیم تعمیر اوراس کی زمین کا معائنہ کیا موصوف کریمی صاحب نے لب دریا اپنی اس قدیم عمارت کو زمین کے ساتھ امارت شرعیہ کو دینے کا فیصلہ کیا ہے جہاں پر سنگھوارہ بلاک کی تنظیم امارت شرعیہ کے ذمہ داران میں مولانا عبدالقادر صاحب اور علاقہ کے مشہور عالم دین مولانا مفتی مبین سعیدی قاسمی صاحب کے علاوہ مولانا محمد اخلاق قاسمی قاضی شریعت (سنگھواڑہ بلاک) مدرسہ اسلامیہ شکرپور پورا اور دیگر علماء ودانشوران موجود تھے اس کے بعد جناب قائم مقام ناظم صاحب بھوارہ، مدھوبنی میں ایک زمین کے معائنہ کے لیے بھی تشریف لے گئے۔

کورونا سے بچنے کی بیداری مہم کا کیا امارت شرعیہ نے آغاز، ویکسی نیشن اور احتیاط پر دیا زور

کورونا وائرس کے نئے ویریئنٹ اومیکرون کے بڑھتے معاملات کے پیش نظر امارت شرعیہ میں ہنگامی نشست

کورونا وائرس کے نئے ویریئنٹ اومیکرون (OMICRON) کے بڑھتے پھیلاؤ کے مدنظر لوگوں میں بیداری پیدا کرنے اور بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنے پر تبادلۂ خیال کرنے اور ویکسین لگوانے کی ترغیب دینے کے لیے امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر مورخہ 04 جنوری 2022 روز منگل کو دن میں گیارہ بجے امارت شرعیہ کے کانفرنس ہال میں امارت شرعیہ کے ذمہ داروں، مولانا سجاد میموریل اسپتال کے ڈاکٹروں اور ذمہ داروں، مقامی انتظامیہ کے افسران، سماجی وسیاسی نمائندوں اور معززین شہر کی ایک ہنگامی نشست مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس نشست میں قاضی شریعت امارت شرعیہ مولانا محمد انظار عالم قاسمی، پھلواری شریف کے ایم ایل اے، شری گوپال روی داس جی، اے ایس پی منیش کمار، چیئر مین پھلواری شریف نگر پریشد جناب آفتاب عالم صاحب، بی ڈی او مکیش کمار، تھانہ انچارج رفیق الرحمٰن محمد کوثر خان، نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا سجاد میموریل اسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر سید نثار احمد صاحب کے علاوہ دیگر ڈاکٹر حضرات اور پھلواری شریف کے مختلف وارڈوں کے وارڈ کاؤنسلر شریک ہوئے۔

جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اس موقع پر کہا کہ امارت شرعیہ ہمیشہ انسانوں کی اچھی زندگی کے لیے فکرمند رہتی ہے، امارت شرعیہ نے صرف دار الافتاء اور دار القضاء ہی قائم نہیں کیا ہے بلکہ صحت وتعلیم کے میدان میں بھی شروع سے کام کررہی ہے۔انہوں نے کہا کہ امارت شرعیہ کا مقصد لوگوں کو سماج کی خدمت کے کاموں کے لیے کھڑا کرنا اوراس کی ترغیب دینا ہے۔انہوں نے کورونا وائرس کی پچھلی دو لہروں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ پچھلے دو سالوں میں دیش اور دنیا جس پریشانی سے گذری ہے، اس کو ہم ابھی تک بھلا نہیں پائے ہیں، وہ برا وقت پھر دوبارہ نہ آئے، اس کی فکر ہم کو ابھی سے کرنی ہے۔اس وقت پھر کورونا وائرس کے نئے ویریئنٹ اومیکرون کے معاملات تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ بہار میں بھی اس نے پاؤں پھیلانا شروع کردیا ہے۔اس لیے ابھی سے ہمیں احتیاطی تدابیر پر عمل اور لوگوں کواس سلسلہ میں بیدار کرنا شروع کردینا چاہئے۔انہوں نے کہا کہ پچھلی لہر میں جس طرح آکسیجن کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ویسی پریشانی دوبارہ نہ ہو، اس کے لیے اسپتالوں کو ابھی سے آکسیجن کا وافر انتظام کرلینا چاہئے۔انہوں نے بتایا کہ مولانا سجاد میموریل اسپتال نے آکسیجن کنسنٹریٹر اور آکسیجن سلینڈر کا وافر انتظام کرلیا ہے۔اوران شاء اللہ ہمارے تمام ڈاکٹر اور ملازمین کورونا کے مریضوں کی خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔انہوں نے مزید کہا کہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کورونا ویکسینیشن کو لے کر کافی فکرمند ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جو لوگ ویکسین نہیں لگوار ہے ہیں گویا وہ اپنے آپ پر ظلم کررہے ہیں، اس لیے آپ کی ہدایت پر مولانا سجاد میموریل اسپتال میں پابندی کے ساتھ ویکسین لگایا جارہا ہے، اب تک اس ہاسپٹل سے پندرہ ہزار سے زیادہ لوگوں کو ویکسین لگایا جاچکا ہے۔اب سرکار نے پندرہ سال سے اٹھارہ سال کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے بھی کورونا کے ویکیسن کا انتظام کردیا ہے اور ویکسین لگنا شروع ہوگیا ہے۔انہوں نے پھلواری شریف کے بی ڈی او اور ایم ایل سے مطالبہ کیا کہ مولانا سجاد میموریل اسپتال میں بھی جلد سے جلد وہ ویکسین فراہم کرایا جائے تاکہ نوجوانوں کو ویکیسن لگوایا جاسکے۔

قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی دوا بنائی ہے، جب بھی کوئی نئی بیماری پیدا ہوتی ہے تو ڈاکٹر اور اطبا اس بیماری کی دوا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حکمت وعلم کی بنیاد پر تلاش کرلیتے ہیں۔ کورونا وائرس کا بھی جب حملہ دنیا پر ہوا تو دنیا بھر کے سائنسدانوں اور ماہر اطبا نے مل کر ویکیسن کی صورت میں اس کا علاج ڈھونڈ لیا ہے، اس لیے ہم سب کواس بیماری سے محفوظ رہنے کے لیے ویکیسن لگوانا چاہئے۔ایمان کے بعد صحت سب سے بڑی نعمت ہے، اس لیے صحت کی حفاظت کے لیے ویکسین ضرور لگوائیں اور اپنے اپنے علاقوں میں بھی لوگوں کو ویکیسن لگوانے کی ترغیب دیں۔ویکسین اور احتیاطی تدابیر کو اپنا کر ہم اس کورونا کی بیماری سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

ایم ایل اے پھلواری شریف شری گوپال روی داس جی نے کہا کہ کورونا کی پچھلی لہر میں بھی امارت شرعیہ نے لوگوں کے اندر بیداری پیدا کرنے اور مریضوں کی خدمت کا بہت ہی اہم کام انجام دیا تھا۔اس بار بھی امارت شرعیہ نے بہت اچھی پہل کی ہے، میرا بھرپور تعاون رہے گا اوراپنے حلقہ اسمبلی کی عوام کے لیے جو بھی خدمت مجھ سے ہوسکے گی میں ضرور کروں گا۔انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ پندرہ سے اٹھارہ برس کے نوعمروں کے لیے بھی ویکیسن کی وافر خوراک مولانا سجاد میموریل اسپتال کو مہیا کرانے کی اپنی سطح سے کوشش کریں گے۔پھلواری شریف کے بی ڈی او مکیش کمار، چیئر مین نگر پریشد آفتاب عالم صاحب اور تھانہ انچارج رفیق الرحمٰن صاحب نے بھی امارت شرعیہ کی خدمات کی تحسین کرتے ہوئے لوگوں سے اپیل کی کہ جن لوگوں نے اب تک ویکیسن نہیں لگوایا ہے، وہ ضرور ویکیسن لگوالیں۔اے ایس پی منیش کمار نے تفصیل سے اس مرض سے بچاؤ کے طریقے لوگوں کو بتاتے ہوئے کہا کہ کووڈ کے ضابطوں کی پابندی کریں، ماسک لگائیں اور سماجی دوری کی پابندی کریں۔انہوں نے کہا کہ امارت شرعیہ کا دائرہ بہت وسیع ہے، یہاں سے جو بھی پیغام دیا جاتا ہے پوری ریاست پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ہمیں امید ہے کہ امارت شرعیہ کی یہ آواز بھی ہر گھر تک پہونچے گی اور لوگ ویکیسن لگوانے اور کورونا سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنے کے تعلق سے بیدار ہوں گے۔سرکار کی طرف سے اس بیماری کی روک تھام کے لیے جو کچھ کیا جارہا ہے، اسے ہم لوگ گھر گھر تک پہونچائیں اور صحت مند سماج کے لیے مل جل کر کوشش کریں، اس میں آپ ہمیں ہر جگہ پائیں گے۔بی ڈی او صاحب نے بتایا کہ پھلواری شریف ہائی اسکول میں پندرہ سے اٹھارہ برس کے بچوں کو ویکسین لگایا جارہا ہے، بچے اپنا آدھار کارڈ یا اسکول یا کالج کی آئی ڈی کے ساتھ آکر ویکسین لے سکتے ہیں۔انہوں نے وعدہ کیا کہ جلد ہی مولانا سجاد میموریل اسپتال میں بھی یہ سروس شروع ہوجائے گی۔مولانا سجاد میموریل اسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ جناب سید نثار احمد صاحب نے کہا کہ اسپتال نے پچھلے سال بھی کووڈ کے موقع پر خدمت انجام دی تھی اوراس وقت بھی ہم خدمت کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔نشست کے بعد شرکاء نے امارت شرعیہ کے مین گیٹ کے باہر راہگیروں کے درمیان مفت ماسک بھی تقسیم کیا۔

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (MMRM ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

کے درج ذیل ٹریڈس میں خواہش مند میٹرک پاس طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں:

۱۔ڈرافٹ مین سول ۲۔فیٹر ۳۔الیکٹرانکس میکانک ۴۔پلمبر

ذیل میں دیئے گئے نمبرات پر مزید تفصیلات معلوم کرسکتے ہیں۔

رابطہ نمبر: 9304741811,8825126782,9065940134

سہیل احمد ندوی

سکریٹری

Scanned with CamScanner

این ایف ایچ ایس۔5(NHFS-5) کے ڈیٹا میں غذائیت کے تشویشناک اشاریے

ہندوستان کے غذائیت کے پروگراموں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہنا چاہیے تاکہ ادارہ جاتی ترسیل میں ہونے والی کوتاہیوں اور نوعمروں میں خون کی کمی جیسے معاملات کا پتہ لگایا جاسکے۔

وینا ایس راؤ(انڈین اکسپریس07جنوری 2021) ترجمہ محمد عادل فریدی

ہندوستان کی تمام ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے لیے این ایف ایچ ایس۔5(NHFS-5) یعنی نیشنل فیملی ہیلتھ سروے(National Family Health Survey) کے اعداد وشمار منظر عام پر آگئے ہیں۔ پہلی نظر میں، یہ اعدادشمار ایک ملا جلا تاثر دیتے ہیں، جن میں کچھ حقائق خوش کرنے والے ہیں تو کچھ تشویش میں مبتلا کرنے والے حقائق ابھی باقی ہیں۔

اچھی خبر یہ ہے کہ ہمارے آبادیاتی رجحانات میں خاص طور پر جنسی تناسب میں تبدیلی نظر آئی ہے۔ NFHS 1992-93 کے سروے کے بعد پہلی بار، بالغ آبادی میں جنس کا تناسب قدرے زیادہ ہے۔ یہ بھی 15 سالوں میں پہلی بار ہے کہ پیدائش کے وقت جنس کا تناسب 929 تک پہنچ گیا ہے(2015-16 میں یہ 1000 مردوں کے مقابلہ میں 919 تھا۔) گرچہ مجموعی شرح پیدائش بھی 2.2 فیصد سے کم ہوکر 2 فیصد کی شرح پر آ گئی ہے، لیکن اعلی اور کم شرح پیدائش والی ریاستوں کے درمیان شرح پیدائش کی بہت بڑے فرق میں زیادہ تبدیلی نہیں آئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ریاستیں جو پہلے ہی شرح پیدائش میں کمی کا سامنا کر رہی تھیں، وہاں یہ مسئلہ بدستور باقی ہے، اسی طرح اعلیٰ شرح افزائش والی ریاستوں کے رجحانات میں بھی کوئی زیادہ تبدیلی نہیں آئی ہے۔ شرح افزائش کی یہ تقسیم کسی بھی معاشرے میں کئی سماجی، اقتصادی اور سیاسی اثرات مرتب کرسکتی ہے۔ امید کی جانی چاہئے کہ تفصیلی رپورٹ کے سامنے آنے کے بعد پالیسی سازی اور سماجی سطح پر اس چیلنج پر خاطر خواہ توجہ دی جائے گی۔ لیکن واضح طور پر بچیوں کی پیدائش اور خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے بنائے جانے والی پالیسیوں اور پروگراموں کے مثبت نتائج سامنے آئے ہیں، اور خواتین کی شرح خواندگی میں اضافہ، جنسی تناسب میں بہتری، اور مجموعی شرح پیدائش میں کمی کے درمیان براہ راست تعلق آسانی سے نکالا جاسکتا ہے۔

عام خواندگی کی شرح میں نیز دس سال یا اس سے زیادہ اسکولی تعلیم مکمل کرنے والی خواتین اور مردوں کی شرح میں قابل تعریف بہتری آئی ہے، جو بالترتیب 41 فیصد اور 50.2 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ یقیناً ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے، خاص طور پر اس لیے کہ یہ اعداد وشمار یہ بتاتے ہیں کہ ہماری تقریباً نصف افرادی قوت کے پاس اب بھی ترقی حاصل کرنے اور غربت کے جال سے بچنے کے لیے وافر قابلیت اور مہارت نہیں ہے۔ ادارہ جاتی (اسپتالوں اور نرسنگ ہوم میں) زچگی، قبل از پیدائش کی دیکھ بھال، بچوں کے حفاظتی ٹیکوں کی شرح اور بچوں کی قوت مدافعت کی شرح میں نمایاں بہتری حاصل کرنے کے لیے صحت کا شعبہ تحسین اور ستائش کا مستحق ہے۔ نوزائیدہ اطفال اور بچوں کی شرح اموات میں بھی مسلسل کمی آ رہی ہے، نوزائیدہ اور شیر خوار بچوں کی شرح اموات میں سالانہ تقریباً 1 فیصد کی کمی اور پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات میں سالانہ 1.6 فیصد کی کمی ہوئی ہے۔

اب تشویشناک اور قابل توجہ حقائق کی طرف رخ کرتے ہیں؛ ان میں سب سے اہم غذائیت اور غذائیت سے متعلق اشاریے ہیں۔ سب سے تشویشناک بات یہ ہے کہ ہندوستان NFHS-4(2015-16) کے بعد سے سب سے زیادہ خون کی کمی کا شکار لوگوں والا ملک بن گیا ہے، جس میں چھ سال سے کم عمر کے بچوں، نوعمر لڑکیوں اور لڑکوں، حاملہ خواتین، اور خواتین کے درمیان مختلف عمر کے گروپوں میں خاص طور پر 15 سال سے 49 سال کی عمر کی خواتین میں خون کی کمی کی شرح نمایاں طور پر بڑھ رہی ہے۔ ہماری تقریباً آدھی انسانی آبادی آئرین کی کمی کا شکار ہے۔ خون کی کمی کے نقصاندہ اور منفی اثرات تمام عمر کے گروپوں کو متاثر کرتے ہیں؛ بچوں اور نوعمروں میں کم جسمانی اور علمی نشو ونما، ذہنی صلاحیت میں کمی، سوچنے سمجھنے، سیکھنے اور کھیلنے کی صلاحیت میں کمی جیسے مسائل اس سے پیدا ہوتے ہیں، جس سے ان کی مستقبل کی صلاحیت پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ کام کرنے کی کم صلاحیت، نوعمروں اور بالغوں میں جلدی تھکاوٹ کا پیدا ہوجانا، کام کی کم پیداوار اور کم آمدنی کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ، نوعمر لڑکیوں میں خون کی کمی (59.1 فیصد) زچگی کے خون کی کمی کی طرف بڑھ جاتی ہے اور یہ کسی بھی سماج یا انسانی برادری میں زچگی اور بچوں کی اموات، عمومی بیماری اور خراب صحت کی ایک بڑی وجہ ہے۔

اسی طرح ایک اور تشویش ناک بات حاملہ خواتین کی طرف سے آئی ایف اے(IFA) گولیوں کا کم استعمال ہے، اگر چہ حالیہ کچھ سالوں میں اس میں کچھ بہتری آئی ہے۔ لیکن ابھی اس میں مزید سدھار اور بیداری کی ضرورت ہے۔ شاید تفصیلی رپورٹ اس بات کی وضاحت کرے گی کہ "انیمیا مکت بھارت" جیسا موثر پروگرام جس نے آئی ایف اے کی کھپت پر توجہ مرکوز کی تھی اپنا اثر ڈالنے میں کیوں نا کام رہا۔

اسی طرح یہ بات بھی باعث تشویش یہ بھی ہے کہ تمام عمر گروپوں میں غذائیت کے اشاریے میں بہتری کی رفتار انتہائی سست ہے۔ NFHS-4 اور NFHS-5 کے درمیان، پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کا فیصد جن کا وزن اوسط سے کم ہے، 35.8 فیصد سے کم ہوکر 32.1 فیصد ہوگیا ہے۔ معتدل اور اوسط وزن والے بچے 38.4 فیصد سے کم ہوکر 35.5 فیصد، معتدل سے کم وزن والے بچے 21 فیصد سے 19.3 فیصد اور اوسط سے بہت زیادہ کم وزن والے بچے 7.5 فیصد سے 7.7 فیصد تک بڑھ گئے ہیں۔ شدید کمزور اور کم وزن والے بچوں کے بارے میں تفصیلات تفصیلی رپورٹ میں شائع کی جائیں گی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مناسب خوراک حاصل کرنے والے دو سال سے کم عمر کے بچوں کا تناسب محض 11.3 فیصد ہے جو کہ NFHS-4 میں 9.6 فیصد سے معمولی طور پر بڑھا ہے۔ یہ بنیادی غذائی کمی جسے بڑی تشویش کا اشارہ سمجھا جانا چاہیے، پالیسی سازوں اور ماہرین کی طرف سے عام طور پر نظر انداز کردی جاتی ہے۔ جب تک اس پر توجہ نہیں دی جاتی، غذائیت کے اشاریوں میں تیزی سے بہتری نہیں آسکتی۔

ہندوستان کے غذائیت کے پروگراموں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیا جانا چاہیے، جیسا کہ ہمارے صحت کے پروگراموں نے 1997 میں ری پروڈکٹیو اینڈ چائلڈ ہیلتھ (RCH) پروگرام سے لے کر موجودہ نیشنل ہیلتھ مشن (NHM) تک، ادارہ جاتی ترسیل، ایمبولینس خدمات، صحت کے اضافی رضا کاروں کی بحالی اور نوعمروں میں خون کی کمی جیسے مسائل کو حل کرنے کے لیے کیا تھا۔ انٹیگریٹڈ چائلڈ ڈیولپمنٹ سروسز (آئی سی ڈی ایس)، جسے ملک کی غذائیت کی فلاح و بہبود کے محافظ کے طور پر دیکھا جاتا ہے، کو خود کا ازسرنو جائزہ لینا چاہیے اور پالیسی سازی اور عمل درآمد کے لحاظ سے پیدا شدہ خلا کو دور کرنا چاہیے، اور تیزی سے نتائج پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ایڈہاک(Ad hoc) اور ایڈآنز(add-ons) جیسے عارضی اور غیر پائدار اقدامات کافی نہیں ہیں۔ اور اسمارٹ فونز، ٹویٹس اور ویبینارز (webinars) زمین پر ٹھوس کارروائی کا متبادل نہیں بن سکتے۔

چین کے حالیہ اقدامات پر بھارت کا سخت ردعمل

بھارت نے چین کے بعض حالیہ اقدامات پر سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ چینی اقدامات مضحکہ خیز ہیں اور اس نے بھارتی ارکان پارلیمان کے نام جو خط لکھا ہے، اس کا لہجہ اور طریقہ کار بھی غیر مناسب ہے، بھارت نے لداخ میں پینگانگ جھیل پر نئے چینی پل کی تعمیر کو بھی ناجائز بتایا۔ خیال رہے کہ گزشتہ ہفتے میڈیا میں چین کی جانب سے بھارت کے خلاف تین اہم اقدامات کی اطلاعات تھیں جس پر نئی دہلی کی وزارت خارجہ نے کئی روز بعد جمعرات دیر شام کو اپنا ردعمل ظاہر کیا۔ وزارت خارجہ کا کہنا ہے کہ چین کو یہ رویہ اپنانے کے بجائے سرحدی معاملات کے حل کے لیے تعمیری مذاکرات میں شرکت کرنے کی ضرورت ہے۔ بھارتی وزارت خارجہ کے ترجمان ارندم باگچی نے کہا کہ چینی سفارت خانے نے بھارتی ارکان پارلیمان کے نام جو خط لکھا تھا اسے انہوں نے دیکھا ہے تاہم اس خط کا مواد، لہجہ اور طریقہ کار غیر مناسب ہے، چین کو یاد رکھنا چاہیے کہ بھارت ایک فعال جمہوریت ہے اور عوام کے نمائندے کے طور پر معزز اراکین پارلیمنٹ اپنے خیالات اور نظریات کے مطابق سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم چین سے توقع کرتے ہیں کہ وہ اراکین پارلیمنٹ کی معمول کی سرگرمیوں کو بڑھاوا دینے سے گریز کرے گا اور ہمارے دوطرفہ تعلقات کی صورتحال کو مزید پیچیدہ نہیں بنائے گا۔ خیال رہے کہ 22 دسمبر کو جلاوطن تبتی پارلیمانی اراکین کی طرف سے نئی دہلی میں ایک عشائیے کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں بھارت کے متعدد ارکان پارلیمان نے بھی شرکت کی تھی۔ دہلی میں چینی سفارت خانے نے اس پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ایک خط تحریر کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ وہ تبت کی آزادی کے لیے سرگرم قوتوں کو مدد فراہم کرنے سے گریز کریں۔

میڈیا بریفنگ کے دوران ان سے جب اروناچل پردیش میں متعدد مقامات کے نام تبدیل کرنے سے متعلق سوال کیا گیا، تو بھارتی ترجمان ارندم باگچی نے کہا کہ ہم نے ناقابل عمل علاقائی دعووں کی حمایت میں بعض مضحکہ خیز اقدام دیکھے ہیں، تاہم ان سے یہ حقیقت تبدیل نہیں ہوتی کہ اروناچل پردیش ہمیشہ سے بھارت کا حصہ رہا ہے اور رہے گا۔

حال ہی میں چین نے اپنے نقشے میں بھارتی ریاست اروناچل پردیش کے 15 مقامات کا نام تبدیل کرکے نئے ناموں کا اعلان کیا ہے۔ چین کا دعوی ہے کا اروناچل پردیش اس کے علاقے تبت کا ہی ایک حصہ ہے اور وہ اس ریاست پر بھارتی قبضے کو غیر قانونی بتاتا ہے۔ تاہم بھارت کا کہنا ہے کہ اروناچل اس کا اٹوٹ حصہ ہے۔ بھارتی ترجمان کا کہنا تھا کہ ہم امید کرتے ہیں کہ اس طرح کی حرکات میں ملوث ہونے کے بجائے، ایل اے سی پر جو باقی متنازعہ علاقے ہیں ان کو حل کرنے کے لیے چین ہمارے ساتھ تعمیری طور پر کام کرے گا۔

لداخ کی معروف جھیل پینگانگ پر چین جو نیا پل تعمیر کر رہا ہے، بھارت نے اس پر بھی سخت اعتراض کیا ہے۔ اس حوالے سے ایک سوال کے جواب میں ارندم باگچی نے کہا: "یہ پل ان علاقوں میں تعمیر کیا جا رہا ہے جو تقریباً 60 برسوں سے چین کے غیر قانونی قبضے میں ہیں، جیسا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں، بھارت نے کبھی بھی اس طرح کے غیر قانونی قبضے کو قبول نہیں کیا۔" مشرقی لداخ میں لائن آف ایکچوئل کنٹرول (ایل اے سی) کے قریب بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کو جاری رکھتے ہوئے، چین معروف جھیل پینگانگ پر ایک نیا پل تعمیر کر رہا ہے، یہ پل لائن آف کنٹرول کے بالکل قریب ہی واقع ہے اور گزشتہ چند ماہ سے زیر تعمیر ہے، تاہم بھارت نے اس خبر پر پہلی بار باقاعدہ کوئی ردعمل ظاہر کیا ہے۔ عسکری امور کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ پل جھیل کے شمالی اور جنوبی کناروں کے درمیان فوجیوں کو تیزی سے تعینات کرنے کے لیے ایک اضافی محور کے طور پر کام کرے گا، بھارت کے بیشتر میڈیا اداروں نے یہ خبر جلی حرفوں میں شائع کی ہے، تاہم بھارتی حکومت نے ابھی تک اس خبر پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا ہے۔ اس پل کی تعمیر سے چین کی فوج کو آسانی سے جھیل کے دونوں کناروں تک رسائی حاصل ہوجائے گی۔ پینگانگ سو جھیل 135 کلومیٹر لمبی ہے، جس میں سے دو تہائی سے زیادہ چین کے کنٹرول میں ہے۔ چین جھیل میں خرناک قلعے کے پاس ہی نیا پل بنا رہا ہے، یہ علاقہ کبھی بھارت کے پاس ہوا کرتا تھا۔ مئی 2020 میں چین اور بھارت کے درمیان ایل اے سی پر اسی جھیل سے فوجی کشیدگی کا آغاز ہوا تھا۔ حالات اتنے کشیدہ ہو گئے تھے کہ پندرہ جون کی رات کو وادی گلوان میں دونوں افواج کے درمیان جھڑپیں ہوئیں جس میں بھارت کے بیس فوجی ہلاک ہو گئے اور چین کے بھی چند فوجی مارے گئے تھے۔ زیر تعمیر پل پینگانگ جھیل کے شمالی اور جنوبی کناروں کو ایک دوسرے سے ملائے گا، جس سے چینی فوج کو دونوں اطراف تک رسائی حاصل ہوگی۔ اسی جھیل سے دونوں ملکوں کے درمیان عسکری تنازعہ شروع ہوا تھا، جو ابھی تک جاری ہے۔ بھارتی رہنما کے دورہ اروناچل پردیش پر چین نے اعتراض کیا ہے کہ یہ اس کا علاقہ ہے اور وہ اسے بھارتی ریاست تسلیم نہیں کرتا، بھارت کا دعوی ہے کہ اروناچل پردیش اس کا اٹوٹ حصہ ہے۔ بھارتی فوجی سربراہ کے مطابق لداخ کے سرحدی علاقوں میں چینی افواج کی تعیناتی کا سلسلہ بھارت کے لیے تشویش کی بات ہے۔ تاہم انہوں نے کہا کہ بھارت اس وقت کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لیے بھی کافی تیار ہے۔ **(بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)**

Scanned with CamScanner

آزاد ہندوستان میں مسلم خواتین کا حال

عارف عزیز (بھوپال)

کسی بھی ملک کی تعمیر وترقی میں عورتوں کا مردوں کے برابر حصہ ہوتا ہے، مردوں کے ساتھ عورتیں بھی سماجی اور اقتصادی میدان میں مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کرکے آگے بڑھ سکتی ہیں، جن معاشروں میں ترقی کی رفتار سست ہوتی ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ان میں عورتوں کو آگے بڑھنے کے پورے مواقع میسر نہیں ہیں، جہاں تک ہندوستان کے عام معاشرہ کا تعلق ہے تو اس میں عورتوں کی حصہ داری، دن بدن بڑھ رہی ہے لیکن مسلم معاشرہ کے بارے میں ایسا کوئی دعویٰ کرنا اس لئے سچ نہیں ہوسکتا کہ مسلمان خود ہر مورچہ پر پچھڑتے جارہے ہیں، اسی تناسب سے ان کی عورتیں بھی دوسرے سماجوں سے کافی پیچھے ہیں، عام طور پر اس کی وجہ مذہبی بتائی جاتی ہے جبکہ یہ خالصتاً اقتصادی وسماجی مسئلہ ہے، اس سچائی کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام مذہب کی عورتوں کے بارے میں تعلیم پر ہم نظر ڈال لیں۔

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے عورت کو مرد کے برابر مقام دیا ہے بلکہ سماج کی تشکیل میں عورت کو مرد سے زیادہ اہمیت دی ہے، اسلام کی نظر میں عورت معمار اول کا درجہ رکھتی ہے، عورت اور مرد انسانیت کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، کسی ایک پہیے کے بغیر انسانیت کی ترقی وعروج کا تصور نہیں کیا جاسکتا، قرآن حکیم نے عورت کے حقوق اور معاشرہ میں اس کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے اور جو بھی احکامات دے ئے ہیں، ان میں عورت اور مرد دونوں برابر کے شریک ہیں، ایک موقع پر اردو کے معروف اسکالر اور شاعر علامہ اقبال نے کہا تھا کہ "قرآن کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں عورتوں کے حقوق اور ان کی اہمیت پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ گویا یہ کسی عورت کا کلام ہو، ان حقوق واختیارات کی لسٹ کافی طویل ہے لہذا ان کے عنوانات پر ہی نظر ڈال لینا کافی ہوگا، اسلام نے مرد اور عورتوں میں حقوق کی مساوات رکھی ہے، عورت کی مستقل حیثیت کو تسلیم کیا ہے، سزا اور معافی میں مرد اور عورتوں کو برابر رکھا ہے، عورت دشمن کو پناہ دینے کا اختیار رکھتی ہے عورت کو اپنے شوہر کے انتخاب کے ساتھ ساتھ وراثت میں بھی حق ہے، جو اسے ماں باپ اور شوہر دونوں کی طرف سے ملتا ہے۔ اسی طرح مسلم عورت کو عزت وآبرو کی حفاظت کا حق، نکاح سے گلوخلاصی کا حق اور علم حاصل کرنے کا حق ہے جس کے تحت عورت مذہبی اور عومی تعلیم اسی طرح حاصل کرسکتی ہے، جس طرح مرد حاصل کرتے ہیں، اسلام جہیز دینے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا پھر بھی جو لوگ دیتے ہیں وہ لڑکی کے لئے ہوتا ہے جبکہ دوسرے سماجوں میں جہیز مردوں کا حق ہوجاتا ہے، اسلام نے عورتوں کی جسمانی) فزیکلی (کمزوری کا اندازہ لگا کر انہیں خاوند اور اولاد کے علاوہ، خاندان کے دوسرے افراد کی خدمت سے مبرا رکھا ہے، یہاں تک کہ عورت پر گھر کے کام وکاج کی ذمہ داری بھی عائد نہیں ہوتی، ایسے مثالی حقوق واختیارات کے باوجود مسلم عورتیں اگر آج پسماندگی کا شکار ہیں اور ان سے ہمدردی کے جا وبے جا اظہار کی ضرورت پیش آرہی ہے تو اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو پہلے بیان کی گئی یعنی مسلم قوم کی عام غریبی، مسلم عورتوں کو بااختیار وطاقتور بنانے کے ساتھ ساتھ عام مسلم مردوں کی بدحالی کی فکر بھی ہونا چاہئے، ان کے بھوکے پیٹ، کمزور جسم اور تعلیم سے محروم بچوں کا خیال بھی ضروری ہے کیونکہ اس سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جب تک عام مسلمانوں کا حال درست نہیں ہوگا، ان کا معیار زندگی بہتر نہ بنے گا، نہ ان کی عورتوں کی حالت سدھرے گی، نہ وہ اپنے بال بچوں کو پڑھا لکھا سکیں گی۔ آج یہ حقیقت تسلیم کرلی گئی ہے کہ جن فرقوں یا نسلی گروہوں میں آبادی بڑھنے کا تناسب زیادہ ہے، اس کی وجہ عام طور پر ان کی غریبی ہوتی ہے، جس کو دور کیا جانا چاہئے، مسلم خواتین سے ہمدردی جتانے کا ایک بہانہ یہ بھی ہے کہ ایک سے زیادہ شادی کی شریعت میں جو اجازت ہے اس پر انگلی اٹھائی جائے لیکن دوسرے سماجوں خاص طور پر پچھڑے آدیباسیوں یا اسی طرح کے دوسرے طبقوں میں یہ رواج مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے جس کی تصدیق ہوچکی ہے۔ گذشتہ دنوں ریاست گجرات کے بارے میں ایک سروے سب کے لئے باعث حیرت ثابت ہوا ہے جس میں بتایا گیا تھا وہاں دوسری بیوی رکھنے کا تناسب دیگر ریاستوں کے مقابلہ میں ہندوؤں میں کافی زیادہ ہے۔ میں یہاں دوسروں کی مثال نہیں دیتا صرف اپنا تجربہ بیان کرتا ہوں کہ میرا خاندان جو بھوپال شہر کا ایک کافی بڑا خاندان ہے، اس کے ممبروں کی تعداد آج ساڑھے تین ہزار سے کم نہیں ہوگی، اس خاندان کی سو سالہ تاریخ میں صرف دو مثالیں ایسی سامنے آئی ہیں جن میں ہمارے خاندان کے مردوں نے ایک سے زیادہ یعنی دو بیویاں بیک وقت رکھی ہیں، اس لئے یہ سوچنا مجھے صحیح نہیں محسوس ہوتا کہ مسلم عورتوں یا مردوں کی بدحالی میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا بھی کوئی حصہ ہے۔ مسلم خواتین کے پچھڑے پن کی دوسری وجہ ان کی غریبی سے پیدا ہونے والی جہالت ہے، اس کی وجہ سے وہ اپنے مذہب کی روشن تعلیمات سے دور ہیں ان کے کام اسلام اور اس کے ضابطوں کے عام طور پر خلاف ہوتے ہیں، اگر مسلمان اپنے مذہب پر آج کاربند ہوجائیں اور اس کی اخلاقی قدروں کو اپنا لیں تو جہاں اس سے ان میں خواندگی بڑھے گی کیونکہ اسلام نے تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہیں سماج میں عورتوں کے اہمیت میں بھی اضافہ ہوگا، آج قانون ساز اداروں میں خواتین کے لئے ریزرویشن کا مطالبہ ہورہا ہے اور اس بارے میں دلیل یہ دی جارہی ہے کہ ہندوستان کے ڈیموکریٹک سسٹم میں ان کو پورا حق نہیں مل پارہا ہے، مگر عام عورتوں کے مقابلہ میں مسلم عورتوں کی پس ماندگی کسی سے چھپی نہیں ہے تو پھر ان کے لئے بھی ایسے انتظام پر غور کیوں نہیں کیا جاتا کہ وہ بھی اپنی آبادی کے تناسب میں چن کر پارلیمنٹ، اسمبلی اور پنچایتوں میں پہونچ سکیں کیونکہ عام عورتوں کیلئے ریزرویشن کا فائدہ مسلم عورتوں کو ملنا موجودہ حالات میں ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، میرا تو یہ بھی کہنا ہے کہ آزاد ہندوستان میں ہمدردی کی مستحق مسلم خواتین ہی نہیں عام عورتیں بھی ہیں، ان کے مسائل اور عام عورتوں کے مسائل میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے، ہمارے سماج میں عورتوں کو نظرانداز کرنے کی روایت صدیوں پرانی ہے اور آج اس کے نئے نئے طریقے سامنے آرہے ہیں، یہاں لڑکی کے ساتھ اس کی پیدائش سے پہلے بدسلوکی شروع ہوجاتی ہے، بہت سی لڑکیوں کو ماں کے پیٹ میں ہی قتل کردینا اب کئی گھرانوں کا رواج بن گیا ہے جس کی وجہ سے عورتوں کی آبادی کم ہورہی ہے اس کے علاوہ بچپن سے لیکر جوانی تک لڑکیوں کی دیکھ بھال ان کی تعلیم، صحت اور ترقی وبہتری کے مختلف پہلوؤں کو نظرانداز کردینے کی روایت عام ہے، اس میں ہندو مسلم کی قید نہیں، تامل ناڈو اور راجستھان کی بعض برادیوں میں پیدا ہوتے ہی لڑکی کو ماردیا جاتا ہے، بچپن میں شادی کی روک تھام کے قانون کے باوجود شمالی ہند کی کئی ریاستوں میں یہ رسم آج بھی پھل پھول رہی ہے، بہت سے کنبوں میں لڑکیوں کی تعلیم کو یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ لڑکی کو تو دوسرے خاندان میں جاکر گھریلو عورت کی ذمہ داریاں سنبھالنا ہے لہذا اس کو اسکول بھیجنا فضول ہے، اس حقیقت کو وہ نظرانداز کردیتے ہیں کہ تعلیم حاصل کرکے ان کی بیٹی ایک اچھی بیوی اور ماں بن سکتی ہے۔ ہندوستانی سماج میں جہیز کی روایت اسی بات کو ظاہر کرتی ہے کہ عورت مرد سے کمتر ہے، اس بری رسم کی وجہ سے دلہنیں آگ کا ایندھن بن رہی ہیں، عورت کی حیثیت فریج، ٹی وی، اسکوٹر اور کار سے بھی کم ہوگئی ہے جس کے جہیز میں نہ ملنے سے اسے خودکشی پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہمارے سماج نے جہیز، ستی، تلک اور عصمت دری جیسی سماجی برائیوں کی روک تھام نہ کی ہو، جو عورتوں کو دوسرے درجہ کا شہرہ بنادیتی ہیں، آزادی کے بعد متعدد قانون بنائے گئے، جن کا مقصد عورتوں کے ساتھ جانبداری کو ختم کرنا تھا لیکن اگر قانون بنانے سے ہی عورتوں کا رتبہ بلند ہوجاتا تو آج ان کی صورت حال اچھی ہوتی۔ اب تک کے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب ان کے بارے میں سماج میں بیداری ہو۔

کوئی ملک اور سماج کتنے مہذب معاشرہ کا حامل ہے، اس کا اندازہ چار باتوں سے لگایا جاسکتا ہے، اتفاق سے یہ چاروں باتیں عورت سے متعلق ہیں۔ پہلی بات آبادی یعنی مردوں اور عورتوں کا تناسب کیا ہے؟ دوسری بات عورتوں میں خواندگی کتنی ہے؟ تیسری زچگی کے دوران کتنی عورتیں موت کا شکار ہوجاتی ہیں؟ چوتھی زچگی کیلئے سہولتیں کیا کیا ہیں؟ افسوس یہ ہے کہ ہندوستان میں ان چاروں باتوں کے بارے میں وہ سمجھ پیدا نہیں ہوسکی جو ضروری تھی لہذا عورت کسی فرقہ اور مذہب سے تعلق رکھتی ہو اس کے مسائل ومشکلات ایک جیسی ہیں اور ان پر ایک ساتھ توجہ دینا چاہئے اور اس بارے میں صرف قانون بنادینا یا ان میں تبدیلی لانا کافی نہ ہوگا کیونکہ جو قانون موجود ہیں اگر ان کا صدق دلی سے نفاذ ہوجائے تو آج صورت حال بہتر ہوسکتی ہے۔

بہترین سرمایہ کاری

حضرت فروخ رحمۃ اللہ علیہ 'تابعین میں سے ہیں، مسجد میں نماز ادا کرنے کیلئے آئے تو سنا کہ خطیبِ مسجد'' جہادِ ترکستان کے لئے لوگوں کو شوق دلا رہے ہیں، تو آپ بھی اُٹھے اور اپنے آپ کو پیش کردیا، تیاری کے لئے گھر آئے، بیوی اُمید سے تھیں، کہنے لگیں: میں اس حال میں ہوں، آپ جارہے ہیں، میں اکیلی ہوں، ہمارا کیا حال ہوگا؟ فروخ کہنے لگے: ''تو اور جو کچھ تیرے شکم میں ہے، اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بیوی نے خوشی خوشی اللہ کی راہ میں نکلنے والے مسافر کو تیار کیا، گھوڑے پہ زین رکھی، ذرہ لا کر دی، اور پھر اُنھیں محبت سے بھرپور لہجے میں الوداع کہا، فروخ چلے گئے اور پھر ان کا انتظار ہونے لگا۔ اس زمانے میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ مسلسل جاری تھا فروخ کو جنگی مہموں میں ۲۷ ربرس گزر گئے پیچھے اُنکے یہاں اللہ نے ایک خوبصورت فرزند سے انکی بیوی کو نوازا، ماں نے اپنے بیٹے کا نام'' ربیعہ'' رکھا، ربیعہ جب کچھ بڑے ہوئے تو انکی اچھے انداز سے تربیت کی اور پھر جب اسنے لکھنا پڑھنا سیکھا تو اسے قرآن وحدیث کی تعلیم دلانے کے لئے مدینہ طیبہ کے اچھے معلموں کے پاس بھیجا، انکی تربیت پر ماں نے سارا مال صرف کردیا، ربیعہ خود بڑے ہونہار طالبعلم ثابت ہوئے اور پڑھ لکھ کر خوب مقام پایا۔ علومِ قرآن، حدیث، فقہ اور ادب سبھی میں اللہ نے اُنھیں کمال بخشا، پڑھنے کے بعد پڑھانا شروع کیا، تو انکا حلقۂ درس بڑھتا ہی چلا گیا اور یہاں تک کہ مسجدِ نبوی میں باقاعدہ سے علومِ دینیہ سے سیراب ہونے والے نوجوان طلبہ کے علاوہ بہت سی بڑی عمر کے لوگ بھی انکے حلقۂ تعلیم میں آتے، مدینہ اور گردونواح میں انکا علمی چرچا عام تھا۔ پھر ایک روز رات کی کچھ ساعتیں گزری تھیں کہ ایک گھڑسوار اپنے بوڑھے جسم پر تلوار سجائے ہاتھ میں نیزہ تھامے اور مالِ غنیمت اپنے ساتھ گھوڑے پر لادے مدینہ منورہ میں داخل ہوا، سوچوں میں مگن تھا سوچتا تھا کہ میرا گھر وہیں ہوگا یا جانے کہاں؟ میری بیوی زندہ ہوگی یا میرے جانے کے بعد میرے انتظار میں کسی اور دنیا میں جا بسی ہوگی؟ وہ اُمید سے تھیں اسکے ہاں اولاد کیا ہوئی، اور اب کس حال میں ہوگی؟ سوچوں کے یہ دائرے بنتے بنتے یہ بوڑھا مجاھد وغازی اچانک ایک گھر کے سامنے کھڑا ہوگیا، اسکے دل نے کہا یہ گھر تو تیرا ہی گھر ہے، چند ثانیے وہ رُکا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھولا اور بے تکلفی سے اندر داخل ہوا، یکدم ایک نوجوان کی آواز نے اسے ٹھہرنے پر مجبور کردیا۔ رات کی تاریکی میں تم میرے گھر میں بدن پر اسلحہ سجائے کیوں گھس آئے ؟ بوڑھے مجاھد کی بھاری آواز ابھری: مجھے میرے گھر میں روکنے والا کون ہوسکتا ہے؟ یہ تمہارا گھر نہیں، یہ میرا گھر ہے، جس میں تم گھس رہے ہو۔ یوں ان دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور انکا جھگڑا بڑھنے لگا، تو گھر میں سوئی نوجوان کی والدہ کی آنکھ کھلی، اس نے جھگڑے کی نوعیت معلوم کرنے کے لئے جو باہر جھانکا، تو اسے بیٹے کے ساتھ اپنا شوہر نظر آیا، اور اس نے وہیں سے اپنے بیٹے کو آواز دے کر کہا: ربیعہ! سُنو! یہ تمھارے والد ہیں، اپنے ابا کو مرحبا کہو اور پھر آگے بڑھیں اور اپنے شوہر ''فروخ'' کو مرحبا کہا اور پھر اُنھیں بتایا کہ یہ ربیعہ ہے، تمھارا اپنا بیٹا، جو تمھارے جانے کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اب تو منظر ہی بدل گیا، دونوں باپ بیٹا باہم مل رہے ہیں، ایکدوسرے کو خوشی سے دیکھ رہے ہیں، ایکدوسرے کے ہاتھ اور پیشانی چوم رہے ہیں اور یہ ساری رات اسی طرح باتوں میں اور حال احوال لینے میں ہی کٹ گئی، اس اثنا میں فروخ نے پوچھا وہ کثیر رقم جو میں تمھیں دے کر گیا تھا اسکا کیا ہوا؟ بیوی نے کہا: آپ اطمینان رکھیں ساری رقم محفوظ ہے، اتنے میں فجر کی نماز کا وقت ہوگیا، فروخ اُٹھے اور مسجد جانے سے پہلے ربیعہ کو آواز دی: بیٹا! نماز کو چلو! ربیعہ کی ماں نے بتایا کہ ربیعہ تو بہت پہلے مسجد چلے گئے ہیں، یہ مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ مسجد بھری ہوئی تھی، نماز پڑھی اور پھر سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر ادب سے بیٹھ گئے اور اپنے امام سے درس سُننے لگے، یہاں بڑے بڑے عمائدینِ سلطنت بھی درس میں شامل تھے، فروخ بھی اپنی جگہ بیٹھے یہ درس سن رہے تھے اور خوب محظوظ ہورہے تھے، لیکن پہچان نہ سکے کہ یہ کون بزرگ ہیں جو مسندِ درس پر بیٹھے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ درس ختم ہوگیا۔ فروخ نے اپنے پاس بیٹھنے والے سے پوچھا: درس دینے والے یہ رفیع المقام عالم کون تھے؟ اس نے حیران ہوکر کہا: سارا مدینہ انکو جانتا ہے، آپ ان کو نہیں پہچانتے؟ یہ ہمارے امام ربیعۃ الرائے ہیں، انکا اصل نام تو ربیعہ ہے، لیکن دین کی فقاہت میں اللہ نے انکو وہ مقام دیا ہے، کہ جہاں کسی کو کوئی علمی مشکل پیش آئے وہ ان سے پوچھتے ہیں، ان ہی کی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے، اسی وجہ سے لوگ انھیں ربیعہ کی بجائے'' ربیعۃ الرائے'' کہتے ہیں، فروخ نے کہا لیکن تم نے مجھے ان کا نسب (بن فلاں وغیرہ) تو بتایا نہیں؟ تو اس شخص نے کہا: ہاں سُنو! یہ ہیں فرخ کے بیٹے ربیعۃ الرائے، یہ سنتے ھی فروخ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، وہ دوسرا شخص نہ جانتا تھا کہ یہ آنسو کیوں بہہ پڑے، پھر جلدی سے فروخ گھر آئے اور خوشی میں پھولے اپنی زوجہ سے کہنے لگے، میں نے آج تک اتنی عزت کسی کی نہیں دیکھی، جس قدر ہمارے بیٹے ربیعہ کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، جس نے ہمارے بیٹے کو اتنا بڑا مقام عطا فرمایا، اور پھر انہوں نے اپنی زوجہ کا شکریہ ادا کیا کہ تمھاری اچھی تربیت نے آج مجھے خوشی کا یہ دن دکھایا، بیوی نے کہا: آپ کو بیٹے کی یہ عظمت وشان پسند ہے یا وہ تیس ہزار اشرفیاں جو آپ جاتے ہوئے چھوڑ کر گئے تھے، فروخ نے جواب دیا: بخدا! تیس ہزار اشرفیاں اس مرتبے اور شان کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتیں، بیوی نے کہا: تو سن لیجئے! وہ ساری رقم میں نے اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت پر خرچ کرڈالی ہے، فروخ مُسکرائے اور کہا اللہ کی قسم ان سونے کی اشرفیوں کا اس سے بہتر استعمال اور کیا ہوسکتا ہے۔ (ماخوذ)

Scanned with CamScanner

جنوری میں منائے جانے والے اہم دن

انصار احمد معروفی

سال کے مہینوں اور ہفتوں میں بہت سے ایام منائے جاتے ہیں، ان میں سے کچھ دن تو بہت مشہور ہیں جیسے ۲۶؍جنوری، ۱۵؍اگست، نیز ۱۴؍نومبر وغیرہ، مگر ان کے علاوہ بہت سے ایسے ایام ہیں جو اتنے مشہور نہیں، کیونکہ ان کو بہت دھوم دھام سے نہیں منایا جاتا۔ اس کے باوجود ان دنوں کی اپنی اپنی جگہ اہمیت مسلم ہے، سال میں ایسے ایام تقریباً ۲۰۰ سے کم نہیں ہوں گے۔ یہ دن کیوں منائے جاتے ہیں؟ اور ان ایام میں پروگرام کیوں منعقد کئے جاتے ہیں اور ان کے کیا فائدے ہیں؟ اس کی بہت سی وجہیں ہیں، مثلاً ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس موقعے پر اس دن کی تاریخی اہمیت بتائی جاتی ہے۔ جیسے ۵؍ستمبر کو ہمارے بھارت میں یوم اساتذہ کے طور پر منایا جاتا ہے، اس دن یہ بتایا جاتا ہے کہ اس تاریخ میں بھارت کے سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن پیدا ہوئے تھے، جو ایک قابل اور ماہر استاذ تھے، جنہیں تعلیم کے فروغ سے محبت تھی اور وہ چاہتے تھے کہ اساتذہ اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے انجام دیں۔ اس مناسبت سے ان کی تاریخ پیدائش کو 'یوم اساتذہ' کے نام سے منایا جاتا ہے۔

آئے دیکھتے ہیں کہ سال کے پہلے مہینہ جنوری میں ہمارے ملک میں کتنے دن منائے جاتے ہیں؟ اور جو دن منائے جاتے ہیں ان کی تاریخ میں کیا اہمیت ہے؟

۴؍جنوری کو پوری دنیا میں یوم لوئی بریل کے طور پر منایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ دن نابیناؤں کو تعلیم سے جوڑنے اور اس کی ایجاد کرنے والے کا نام لوئی بریل تھا، جن کا یوم پیدائش ۴؍جنوری ۱۸۰۹ ہے اور یوم وفات ۶؍جنوری ۱۸۵۲ ہے، چونکہ تعلیم حاصل کرنا سب کا پیدائشی حق ہے، اب اندھے لوگ کس طرح تعلیم حاصل کریں؟ اس لئے لوئی بریل نے ان کو تعلیم سے جوڑنے کے لئے ایک طریقہ اختیار کیا، جس میں حروف کو کاغذ پر ابھار کر لکھا جاتا ہے، اور انہیں ہاتھ کی مدد سے چھوکر حروف کی پہچان کرائی جاتی ہے، کیونکہ حروف کی شکلیں الگ الگ ہوا کرتی ہیں، حالانکہ لوئی بریل خود اندھا تھا، لیکن پیدائشی طور پر نہیں، بلکہ جب وہ تین سال کا بچہ تھا تب وہ اپنے والد کے کارخانے میں کھیل رہا تھا، اور ایک چمڑے میں سوراخ کرنے کے نتیجے میں اس کی آنکھ میں ایسی چوٹ لگی کہ وہ دھیرے دھیرے نابینا ہوگیا، وہ اپنی غلطی پر شرمندہ تھا، مگر اب کیا ہوسکتا تھا، طرح طرح کے علاج کے باوجود اس کی روشنی واپس نہیں ہوئی، وہ جاہل نہیں رہنا چاہتا تھا، مگر کس طرح تعلیم حاصل کرے؟ اس کے والد نے اسے پیرس کے ایک ادارے میں داخل کیا، روزنامہ جنگ نے لکھا ہے کہ ''لوئی اپنے والدین کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا، (پیرس) ان کے گھرانے میں تعلیم کا حصول ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا، لیکن لوئی کی ذہانت دیکھ کر والدین نے فیصلہ کرلیا تھا کہ لوئی کو تعلیم دلوائیں گے، لوئی کی دلچسپی اور ذہانت کو دیکھتے ہوئے اسکول میں داخل کردیا، اس کی یاد داشت اور ذہنی صلاحیتیں زبردست تھیں، وہ شوق اور توجہ سے استاد کا سبق سنتا، اسکول کے استاد نے سائمن بریل کو مشورہ دیا کہ وہ لوئی کو نابینا بچوں کے اسکول میں داخل کرادے، بریل نے محسوس کیا کہ اسکول میں بھی پڑھنے کے لئے جو طریقہ کار اپنایا گیا ہے وہ انتہائی مشکل بلکہ پیچیدہ تھا، ابھرے ہوئے لاطینی الفاظ بڑے ضخیم کاغذ پر نقش کردیئے جاتے تھے، کتابیں اس قدر وزنی ہوتی تھیں کہ بچوں کے لئے انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا از حد دشوار تھا، بریل کے ذہن میں خیال تھا کہ کسی بھی طرح نابینا انسانوں کے لئے پڑھائی آسان کرے، ایک دن اسے خیال آیا کہ پورے الفاظ کاغذ پر کیوں نقش ہوں؟ بریل نے ایک کاغذ لیا، تمام تحریر کو الفاظ کے بجائے چھوٹے چھوٹے ابھرے ہوئے نقطوں میں تبدیل کرڈالا، کوئی بھی بچہ اپنی انگلیوں سے ان ابھرے ہوئے نقطوں کو محسوس کرکے الفاظ ترتیب دے سکتا تھا، بریل اس وقت صرف پندرہ برس کا تھا، نابینا انسانوں کے پڑھنے کے لئے ایک ایسے آسان طریقے کی بنیاد ڈالی جو آج تک قائم ہے۔'' نابینا افراد سے محبت اور ہمدردی کے اظہار کے لئے یہ دن ہر سال چار جنوری کو منایا جاتا ہے۔

جنوری کے دوسرے ہفتے میں ۹؍تاریخ کو 'یوم غیر مقیم ہندوستان' کے نام سے ایک دن منایا جاتا ہے۔ یعنی ہندوستان کے وہ حضرات جو ملازمت اور دوسری کسی غرض سے ملک سے باہر رہتے ہیں، مگر درحقیقت وہ ہندوستانی شہری ہیں اور اپنی کمائی کا حصہ وہ بھارت میں بھیجتے ہیں جس سے ملک کی ترقی میں مدد ملتی ہے، یہ دن ان کی اعلیٰ خدمات کے اعتراف کے طور پر منایا جاتا ہے اور اس دن ان میں سے منتخب افراد کو ایوارڈ سے بھی نوازا جاتا ہے، چونکہ اسی دن مہاتما گاندھی جنوبی افریقہ سے ہندوستان واپس آئے تھے، اس لئے یہ دن اسی تاریخ کو منایا جاتا ہے۔

جنوری ۱۰؍تاریخ کو 'عالمی یوم قہقہہ' منایا جاتا ہے، یہ دن اس لئے منایا جاتا ہے تاکہ اس دن خوشی کے اظہار کے ذریعہ دکھ اور رنج کے احساس کو کم کیا جائے، عالمی یوم قہقہہ منانے کی ابتدا ۱۰؍جنوری ۱۹۹۸ء کو ممبئی سے ہوئی، اسے ڈاکٹر مدن کٹاریہ نے شروع کیا، جو عالمگیر سطح پر 'لافٹر یوگا موومنٹ' یعنی قہقہوں سے بھرا ہوگا۔ تحریک کے بانی ہیں۔ تحریک کا دعویٰ ہے کہ یوم قہقہہ عالمی امن کا مثبت اظہار ہے، اور اس کا مقصد عالمی بھائی چارے اور دوستی کا شعور پیدا کرنا ہے، اس کی مقبولیت قہقہوں والے یوگا کے ساتھ کافی بڑھ گئی ہے، تا حال ۱۰۰؍ممالک میں ۶؍ہزار قہقہوں کے کلب بن چکے ہیں۔

پہلا عالمی یوم قہقہہ ۱۰؍جنوری ۱۹۹۸ کو ممبئی میں منعقد ہوا۔ اس میں مقامی اور بین الاقوامی قہقہوں کے کلبوں سے بارہ ہزار افراد شریک ہوئے اور ایک منفرد ہنسنے کا اجلاس منعقد ہوا، بھارت سے باہر پہلا عالمی یوم قہقہہ اجتماع کا نام 'ہیپی ڈیمک' (Happy. demic) تھا، یہ سال ۲۰۰۰ میں کوپن ہیگن، ڈنمارک میں منعقد ہوا جس میں ٹاؤن ہال اسکوائر میں ۱۰۰۰۰ افراد جمع ہوئے، کثرت تعداد کی وجہ سے اس تقریب کو گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں جگہ ملی تھی، ۱۲؍جنوری کو بھارت میں 'قومی یوم نوجوان' کے نام سے منایا جاتا ہے، لیکن عالمی طور پر نوجوانوں کا یہ دن ۱۲؍اگست کو منایا جاتا ہے، کسی بھی ملک اور قوم کا مغز وہاں کے باصلاحیت اور مستعد نوجوان ہوتے ہیں، جن کی عمر ۱۵؍سال سے ۴۰؍سال ہو، دراصل طاقت، امنگ، حوصلہ اور بلند پروازی کا دوسرا نام ''نوجوان'' ہیں۔

وکی پیڈیا کے مطابق اس دن کے منانے کا مقصد اور بیرون ملک ملنے والے مواقع اور خطرات سے آگاہ اور ازالے کے بارے میں شعور بیدار کرنا ہے، ۱۵ سے ۳۰ سال تک کی عمر کے نوجوانوں کی تعداد ہندوستان میں ہندوستان کی آبادی کا تقریبا نصف حصہ ہے، اعداد وشمار کے مطابق دنیا کا ہر چوتھا نوجوان غربت کا شکار ہے اور ہر پانچواں روزگار سے محروم ہے، دنیا کی آبادی کا چھٹا حصہ نوجوانوں پر مشتمل ہے۔

اقوام متحدہ کے مطابق ایشیا میں سب سے زیادہ نوجوان موجود ہیں۔ نوجوانوں کے عالمی مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ ان کی بے روزگاری کا ہے۔ حالانکہ وہ نوجوان اعلیٰ تعلیم یافتہ اور باصلاحیت ہیں، مگر ان کے لئے روزگار کے ذرائع مسدود ہیں، اسی کے ساتھ لڑکیوں میں ابھی بھی تعلیم کی کمی اور کم عمر کی شادیاں بھی ہیں، اقوام متحدہ کے مطابق دنیا بھر میں ۶۲ ملین لڑکیاں ایسی ہیں جو تعلیم کے بنیادی حقوق سے محروم ہیں۔ یونیسیف کے مطابق ہر سال دنیا بھر میں ۱۵؍ملین شادیاں ایسی ہوتی ہیں جن میں دلہن کی عمر ۱۸ سال سے کم ہوتی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک میں ہر تین میں سے ایک لڑکی کی جبرا کم عمری میں شادی کرادی جاتی ہے۔

۱۵؍جنوری یوم افواج کی حیثیت سے منایا جاتا ہے، کسی بھی ملک کی حفاظت اور اندرونی سلامتی کے لئے افواج کی کارکردگی انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح سے مانی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ملک میں کسی بھی ناگہانی حادثہ سے نمٹنے کے لئے فوج کی ضرورت پڑتی ہے، ایک فوجی پوری عوام کو چین واطمینان کی زندگی گزارنے کی راہ ہموار کرتا ہے، فوجی جوانوں کی حوصلہ افزائی اور ان کی ہمت بڑھانے کے مقصد کے لئے یہ دن منایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہولی، دسہرہ اور اس قسم کے موقع پر ملک کے وزیر اعظم یا وزیر دفاع سرحد پہنچ کر ان کے ساتھ خوشیاں مناتے اور ان کی دلداری کرتے ہیں، اس دن ان شہیدوں کو سلامی پیش کی جاتی ہے جنہوں نے ملک کے تحفظ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، 'ہر روز روز عید' کے مصنف ڈاکٹر احتشام صاحب نے لکھا ہے کہ اسی دن ۱۹۴۹ میں ہندوستان میں برطانیہ کے آخری کمانڈر ان چیف جنرل سر فرانس بوچر سے ہندوستان کے پہلے کمانڈر ان چیف فیلڈ مارشل کوڈنڈیرا ایم کریپا نے چارج لیا تھا۔

۲۶؍جنوری یوم جمہوریہ۔ ہمارا ملک ہندوستان پندرہ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں کے قبضے سے آزاد ہوا، لیکن دستور ساز اسمبلی نے آئین ہند کو ۲۶؍نومبر ۱۹۴۹ء کو مکمل کرکے ۲۶؍جنوری ۱۹۵۰ء اس کے نفاذ کی اجازت دی، جو ایکٹ ۱۹۳۵ سے نافذ تھا اسے منسوخ کرکے آئین ہند کو اسمبلی نے نافذ کیا، اب اپنا ملک اور اپنا بنایا ہوا قانون ہندوستان میں جاری ہوا، جو اب تک چل رہا ہے، اسی خوشی میں اس دن کو یوم جمہوریہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔

آزادی کے بعد ایک دستور ساز اسمبلی کے قیام کا اعلان ہوا جس نے اپنا کام ۹؍دسمبر ۱۹۴۷ سے شروع کیا، اس مجلس قانون ساز نے دوسال گیارہ مہینے اور اٹھارہ دن میں ہندوستان کے نئے آئین کو مرتب کرکے اسے مکمل کیا اور دستور ساز اسمبلی کے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد کو ۲۶؍نومبر ۱۹۴۹ کو ہندوستان کا نیا آئین پیش کیا، اسی وجہ سے اس کی یاد میں ہر سال ۲۶؍نومبر کو 'یوم آئین ہند' کے طور پر منایا جاتا ہے، اس میں بہت سی اصلاحات اور ترمیم کی گئی، کچھ تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں، ان اصلاحات کے بعد کمیٹی کے ۳۰۸ ممبروں نے ۲۴ جنوری ۱۹۵۰ کو اس کی دو کاپیوں پر دستخط کیے اور اس کے دو دن کے بعد یہ نیا آئین ۲۶ جنوری کو پورے ملک میں نافذ ہوگیا اور اس طرح اس ملک کو ایک جمہوری ملک کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اسی ۲۶؍جنوری کو 'بین الاقوامی یوم کسٹم' بھی منایا جاتا ہے، جب کوئی سامان تجارت کے لئے باہر لے جاتے یا لاتے ہیں تو حکومت ان چیزوں پر کسٹم نافذ کرتی ہے، جس کے بین الاقوامی کچھ اصول بنائے گئے ہیں، اس سے ملک کی آمدنی کے علاوہ چوری چھپے ناجائز اشیاء کی تجارت پر بھی روک لگتی ہے اور چیزوں کا تحفظ بھی اس سے یقینی بنایا جاتا ہے۔

۲۳ جنوری کو ہندوستان میں 'یوم حب الوطنی' منایا جاتا ہے، یہ دن مجاہد آزادی اور آزاد فوج کے بانی سبھاش چندر بوس کی یاد میں منایا جاتا ہے، چونکہ ۲۳ جنوری ۱۸۹۷ء نیتا جی پیدا ہوئے۔

۲۴؍جنوری کو 'قومی یوم بنات' منایا جاتا ہے، کیونکہ اسی تاریخ کو بھارت میں محترمہ اندرا گاندھی پہلی خاتون وزیر اعظم کے طور پر جلوہ افروز ہوئیں لیکن عالمی پیمانے پر ۱۱؍اکتوبر لڑکیوں کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔

۲۵؍جنوری 'قومی یوم رائے دہندگان' کے طور پر منایا جاتا ہے۔ کیونکہ اسی دن ۱۹۵۰ میں الیکشن کمیشن آف انڈیا کا قیام ہوا تھا، اس لئے اس دن کو 'ووٹرڈے' کے طور پر منایا جاتا ہے۔

۳۰؍جنوری کو پورے ملک میں 'یوم شہداء' منایا جاتا ہے، اس موقع پر ملک کے لئے اپنی جان کی قربانی دینے والے تمام شہیدوں کا خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے، اس دن کو یوم شہدا کے طور پر منانے کی وجہ یہ ہے کہ اسی دن بابائے قوم ملک کی آزادی کے عظیم مجاہد اور شہید مہاتما گاندھی کا یوم شہادت ہے۔ ۳۰؍جنوری 'یوم انسداد جذام' منایا جاتا ہے۔ اس مرض کے تعارف میں اردو وکی پیڈیا میں بتایا گیا ہے کہ ''مریض کی چمڑی چھونے سے، اس کے چھینکنے، کھانسنے یا تھوکنے سے بیماری پھیلتی ہے، اس مرض کو کوڑھ کا مرض کہا جاتا ہے، تمام طرح کے کوڑھ کے مریض کا علاج ہوسکتا ہے، وکی پیڈیا کے مطابق یہ ایک متعدی مرض ہے، مریض کا جسم گلنا شروع ہوجاتا ہے، جسم میں پیپ بڑھ جاتی ہے اور اس کے ساتھ انسان کا جسم ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گرنے لگتا ہے، اس جراثیم کے جسم میں داخل ہونے کا راستہ عام طور پر سانس ہوتا ہے۔

اس دن کے منانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں میں شعور پیدا کرنے کی کس حد تک ضرورت ہے، اس دن یہ بتایا جاتا ہے، کہ اس بیماری کی روک تھام، علاج اور نجات ممکن ہے۔

Scanned with CamScanner

منقوط و غیر منقوط تحریروں کی روایت

عبدالرحمٰن مصور، بنگلور

ایک شاعر اور ادیب اپنی تخلیق کو خوبصورت بنانے اور اس میں تاثیر پیدا کرنے کی نیت سے الگ الگ طریقے اختیار کرتا اور ترکیبیں اپناتا ہے۔ انہی طریقوں اور ترکیبوں کو ادب میں صنائع و بدائع کہتے ہیں۔ علم بدیع، ادب کی ایک اہم قسم ہے جس کے معنی ''کلام میں ندرت پیدا کرنا، کوئی اچھوتی بات لانا یا نئے زاویہ کو ترتیب دینا'' کے نکلتے ہیں۔ اس کے استعمال سے الفاظ کی معنوی اور ظاہری خوبصورتی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس علم میں مختلف قسم کی صنعتیں بیان کی جاتی ہیں۔ صنعت ایک فن ہے جس سے عبارت میں آرائش کا کام لیا جاتا ہے۔ اس سے تخلیق میں دلکشی پیدا ہوتی ہے، فقروں میں حسن آجاتا ہے اور تحریر چمک اٹھتی ہے۔ صنعت کی جمع صنائع ہے جن کی دو قسمیں 'صنائع معنوی' اور 'صنائع لفظی' ہیں۔ صنائع لفظی کے تحت صنعتِ قلب، صنعتِ سیاقۃ الاعداد، صنعتِ ترسیع، صنعتِ ایہام، صنعتِ منقوطہ، صنعتِ غیر منقوطہ، صنعت القوافی وغیرہ آتے ہیں۔

صنعتِ منقوطہ اور غیر منقوطہ کو ٹھیک طریقہ سے سمجھنے کے لئے ایک بار حروف تہجی کا آموختہ پڑھ لینا ضروری ہے۔ عربی میں 28 حروف ہیں جن میں فارسی کے 4 (پ، چ، ژ اور گ) کا اضافہ ہوا۔ اردو میں مزید 3 حروف (ٹ، ڈ اور ڑ جنہیں معکوسی آوازیں کہتے ہیں) سنسکرت سے جمع ہوئے۔ اس طرح ان کی تعداد 35 ہوجاتی ہے۔ لیکن الفِ ممدودہ (آ)، ہمزہ (ء)، یائے مجہول (ے) اور نونِ غنہ (ں) کو بھی الگ حروف مانا گیا ہے۔ اس طرح یہ تعداد 39 کو پہنچ جاتی ہے جنہیں حروفِ مفرد کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بابائے اردو مولوی عبدالحق (1870-1961ء) نے ہائیہ آوازوں یعنی بھ، پھ، تھ وغیرہ کو بھی حروفِ تہجی میں شامل کیا ہے۔ تاہم ہر مفرد حرف کے ساتھ دو چشمی 'ہا' (ھ) نہیں لگایا جا سکتا۔ لہٰذا ایسے حروف کی تعداد 15 بنتی ہے جو حروفِ مرکب کہلاتے ہیں۔ اس مناسبت سے اردو کے مجموعی حروفِ تہجی 54 بن جاتے ہیں۔ ان حروفِ تہجی کو 5 حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:- حروفِ منقوط (جن کے نقطے ہوتے ہیں)، حروفِ غیر منقوط (بغیر نقطوں والے)، حروفِ فوقانی (جن کے نقطے اوپر کی جانب ہوتے ہیں)، حروفِ تحتانی (نیچے نقطوں والے) اور حروفِ متوسطہ (نقطے درمیان میں)۔ حروفِ فوقانی اور حروفِ تحتانی کو بالترتیب 'فوق النقاط' اور 'تحت النقاط' بھی کہا جاتا ہے۔

اس طرح ------ منقوط حروفِ تہجی: ب، بھ، پ، پھ، ت، تھ، ث، ج، جھ، چ، چھ، خ، ذ، ز، ژ، ش، ض، ظ، غ، ف، ق، ن، نھ =23 ------ غیر منقوط حروفِ تہجی: ا، آ، ٹ، ٹھ، ح، د، دھ، ڈ، ڈھ، ر، رھ، ڑ، ڑھ، س، ص، ط، ع، ک، کھ، گ، گھ، ل، لھ، م، مھ، ں، و، ہ، ء، ی، ے =31

نوٹ-1: 'ی' اور 'ے' اگر لفظ کے آغاز یا درمیان میں آئیں تو منقوط ہوں گے، کیونکہ ان کے نقطے تحریر میں آتے ہیں۔ اس کے برخلاف آخر میں آئیں یا تنہا ہوں تو غیر منقوط کی فہرست میں ہوں گے۔ اسی لئے ''تحریری'' کی بات کہی گئی ہے اور انہیں اردو حروفِ تہجی کے تحت ہی لینا چاہئے عربی نہیں۔ اس حقیقت کے باوجود کچھ لوگ اس بات پر قائم ہیں کہ یہ دونوں حروف منقوط ہی شمار ہوتے ہیں خواہ وہ کسی بھی جگہ آئیں۔ نوٹ-2: تمہارا، دولہا، چولہا وغیرہ غلط ہیں، صحیح ہجے تمھارا، دولھا، چولھا ہیں۔ نوٹ-3: چھوٹی ''ط'' کو پہلے چار نقطے سمجھا اور لکھا جاتا تھا لیکن اب اس کی حیثیت نقطوں کی نہیں رہی اور اس کے ساتھ والے حروف (ٹ، ڈ اور ڑ) غیر منقوط شمار ہوتے ہیں۔

خالقِ کائنات کے ذاتی نام ''اللہ'' (المصور، الاول، الصمد، الاحد، الواحد، السّلام، مالک الملک، الحکم، العدل، الودود، وغیرہ جیسے صفاتی نام بھی) اور پروردگارِ عالم کے حبیب ؐ کے مقدس اسماء ''محمد'' اور ''احمد'' (ننانوے ناموں میں شامل محمود، رسول، ھاد، مھد، طٰہٰ، امر، کامل، مکرم، اکرم، مطہر، عادل وغیرہ بھی) غیر منقوط ہیں۔ ابوالبشر ''آدم'' اور ام البشر ''حوا'' کے ناموں میں بھی کوئی نقطہ نہیں پایا جاتا۔ کلمۂ توحید کے دونوں حصے ''لا الہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ'' بھی غیر منقوط حروف پر مشتمل ہیں۔

صنعتِ منقوط ایسی صنعت ہے جس میں صرف ایسے حروف استعمال کیے جاتے ہیں جو نقطہ دار ہیں۔ تحریری صورت میں تمام نقطوں والے حروف ہی ہوتے ہیں۔ اسے معجمہ اور حالی بھی کہتے ہیں۔ (نوٹ: یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ غیر منقوط کے بعد صنعتِ منقوط کا ذکر آتا ہے تو اسے ایسی عام تحریر سمجھ لیا جاتا ہے جس میں منقوط اور غیر منقوط دونوں حروف استعمال ہوتے ہیں۔ حقیقتاً صنعتِ منقوط سے مراد ایسی صنعت ہے جس میں تمام حروف اور الفاظ نقطہ دار ہی ہوں، بغیر نقطوں کا ایک بھی حرف نہیں۔ یہ بے حد مشکل فن ہے، اسی لئے اردو میں اس صنعت میں بہت ہی کم لکھا گیا ہے۔) اس کے برخلاف صنعتِ غیر منقوط کے تمام حروف بے نقطہ ہوتے ہیں۔ مہمل، مہملہ، عاطلہ، عاطل، بے نقط وغیرہ اس کے دیگر نام ہیں۔ اس کے علاوہ ''رقطا'' کی صنعت بھی ہے جو ایسے کلمات پر مشتمل ہوتی ہے جس کا ایک حرف معجم (منقوط) اور دوسرا مہمل (نقطوں سے خالی) ہو۔ اسی طرح ''خیفا'' بھی ہے جن میں ایک کلمہ منقوطہ اور دوسرا غیر منقوطہ ہوتا ہے۔ بالکل ویسے ہی ''ملمعہ'' کا وجود بھی ہے جس میں شاعر ایک مصرعہ منقوط تو دوسرا غیر منقوط لکھتا ہے۔ صنعت منقوط اور غیر منقوط دونوں بے حد مشکل ہیں۔ اس کے لئے تخلیق کار کو بہت پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ صرف نقطہ دار یا غیر منقوط حروف کا انتخاب کر کے سمجھ میں آنے والا کلام ترتیب دینا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ اس کے لئے لغتوں کو کھنگالنا اور بامعنی کلام تحریر کرنا پڑتا ہے جس کے لئے بہت وقت بھی درکار رہتا ہے۔ اسی لئے ان صنعتوں کا استعمال بہت کم ہوا ہے۔ اس پر بھی غیر منقوط کے مقابلہ منقوط صنعت کے نمونے بہت کم پائے جاتے ہیں۔

اکثر اصنافِ ادب اور صنعتوں کی طرح یہ فن بھی عربی سے آیا ہے۔ فارسی، ترکی اور اردو کی طرح پنجابی میں بھی اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

جہاں تک عربی کا تعلق ہے، اصل اہلِ زبان آج بھی اعراب کے بغیر اس کا استعمال کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح زمانۂ قدیم میں نقطوں کے بغیر بھی کام چلایا جاتا تھا۔ بلکہ عربی میں تو پہلے تنقیط (نقطوں کے استعمال) کو عیب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جب اسلام پھیلنے لگا اور غیر عرب (عجم) اور عربی سیکھنے والوں کے لئے قرآن پڑھنے میں مشکل پیش آنے لگی تو اس طرح نقطوں اور اعراب کی ضرورت پیش آئی۔ بہر حال جب تک عربی زبان بغیر نقطوں کے لکھی جاتی رہی، تب تک منقوط اور غیر منقوط کلام کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اس کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؓ نے ایک خطبۂ نکاح لکھا جو پوری طرح غیر منقوط الفاظ پر مشتمل تھا۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ھرمہ نے بغیر نقطوں کا ایک قصیدہ لکھا جو 40 صفحات پر مشتمل تھا اور کچھ لوگ اسی کو اولین غیر منقوط کلام کہتے ہیں۔ پھر مختلف شعراء اور ادباء نے اس صنعت کو الگ الگ صورتوں اور شکلوں میں استعمال کیا۔ نعتیں بھی لکھی گئیں اور قصائد بھی تخلیق پائے۔ ایک بھی نقطہ دار حرف استعمال کیے بغیر پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا شرف بھی حاصل کیا گیا۔ برصغیر کے قلمکاروں نے بھی عربی میں اس فن کو اپنایا اور کارنامے انجام دئے۔ اس میں سب سے پہلا نام شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر (1556-1605ء) کے درباری شاعر شیخ ابوالفیض فیضی فیاضی بن شیخ مبارک ناگوری (1547-1595ء) کا آتا ہے۔ اکبر نے انہیں ملک الشعراء کے خطاب سے نوازا تھا۔ وہ اکبر کے فرزندان سلیم، مراد اور دانیال کے استاذ (اتالیق) بھی تھے۔ فیضی کی اس صنعت میں دو تصانیف ''موارد الکلم'' اور ''سواطع الالہام'' ہیں۔ اول الذکر ایک طویل رسالہ ہے جبکہ آخر الذکر عربی زبان میں قرآن کریم کی غیر منقوط تفسیر ہے جو پوری دنیا میں مشہور و مقبول ہوئی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (1913-1999ء) کے مطابق فیضی نے اس تفسیر کو مکمل کرنے کے بعد اسے اکبر کو پیش کیا جس سے خوش ہو کر شہنشاہ نے بڑے نقد انعام و اکرام سے نوازا۔ وہ روئے زمین کے ایسے اولین مفسر ہیں جنہوں نے عربی زبان میں مکمل غیر منقوط تفسیر لکھی۔ محمد مومن بن محمد قاسم الجزائری الشیر ازی کا 400 اشعار پر مشتمل رسالہ ''درالحکم'' اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ اسی طرح ابو محمد شیو کی کا ''قصیدۂ مہملہ''، محمد صدیق بن محمد حنیف بن محمد لطیف لاہوری کی عبارت ''سلک الدرر فی السیر''، علی بن قطب الدین مفسر بھیسہانی کی دو تفسیریں ''تفسیر الصافی'' اور ''التفسیر المعمول''، قاضی نجف علی بن عظیم الدین حنفی جھجھری کی ''سحر الکلام''، ناصر علی غیاث پوری حنفی آروی کا ''ہدیۂ درود و سلام، السلام المعریٰ''، ملا احمد مکرم عباسی کا رسالہ ''اسمع الاسمع''، سید محمد امین علی نقوی فیصل آبادی کی دو کتابیں ''محمد رسول اللہ'' اور ''رداء الوردہ'' وغیرہم اس کی مزید مثالیں ہیں۔

اگر عربی کے بعد سب سے زیادہ کسی زبان میں اس صنعت کو اپنایا گیا تو وہ اردو ہی ہے۔ اس کی سب سے پہلی نثری تخلیق انشاءاللہ خان انشاء (1752-1817ء) کی ''سلک گوہر (40 صفحات) کی ملتی ہے۔ انہیں کئی زبانوں پر عبور تھا۔ اس کے بعد مولانا محمد ولی رازی عثمانی (1934-2019ء) ابن محمد شفیع کی سیرتِ طیبہ پر لکھی گئی 416 صفحات پر مشتمل ''ہادیٔ عالم'' ہے جو اردو زبان کی اولین اور منفرد مکمل غیر منقوط سیرت ہے۔ اس کا مقدمہ ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے۔ اس کتاب نے پوری دنیا میں مقبولیت پائی۔ انہوں نے بسم اللہ کا غیر منقوط ترجمہ ''اللہ کے اسم سے کہ عام رحم والا، کمال رحم والا ہے'' کیا ہے۔ چونکہ اِصطلاح ''غیر منقوط'' میں بھی نقطے پائے جاتے ہیں، مولانا ولی رازی نے اس فن کو ''اردوئے معرّا'' کا نام دیا ہے۔ مولانا ابوسلمان ڈاکٹر شمس الہدیٰ ربانی (1939-2019ء) نے جہاد کے موضوع پر ''سروں کے سودے'' (2008ء) لکھی جو 360 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اسی طرح محمد یٰسین سروہی نے بھی سیرت پر ''محمد رسول اللہ'' (2017ء) تخلیق کی جس کے 544 صفحات ہیں۔ عبدالغفار شیرانی کا غیر منقوط مضمون ''ملحد گامائی گروہ اور علمائے اسلام کا کردار'' بھی اس سلسلہ میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ مولانا ابومحمد محمد عظیم رائی کی کتاب ''دو سُسر دو داماد'' خلفائے راشدین کے بارے میں ہے جو 2011ء میں چھپی۔

اردو میں قرآن مجید کے مکمل غیر منقوط تفسیری ترجمہ کرنے کا شرف پاکستان کے ڈاکٹر محمد طاہر مصطفےٰ کو ہے جس کا عنوان ''درسِ کلام اللہ'' ہے۔ اس کے 1,421 صفحات ہیں۔ انہوں نے ''قرآن و سنت'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔ وہ اے آر وائی کیو ٹی وی کے اینکر اور یونیورسٹی آف منیجمنٹ اینڈ ٹکنالوجی، لاہور کے شعبۂ اسلامی فکر و تہذیب میں استاذ ہیں۔ انہوں نے اس غیر منقوط کام کا آغاز 2011ء میں کیا تھا جس کی تکمیل 2013ء میں ہوئی۔ لیکن 2021ء سے پہلے اس کی اشاعت نہیں ہو پائی۔ انہوں نے سورۂ فاتحہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

''ہر طرح کی حمد اللہ ہی کے واسطے ہے کہ وہ مولا ہے کل عوالم کا۔ رحم والا اور لامحدود رحم والا۔ مالک ہے عدل کے دہاڑ کا۔ ہماری سرٹکائی کا ہر عمل اللہ ہی کے واسطے اور اسی سے سوال ہے مدد کا۔ (اے اللہ) دکھا دے ہم کو سدھی اور عمود راہ۔ اس طرح کے لوگوں کی راہ کہ وہ عطاء و اکرام سے معمور ہوئے۔ سوائے وہ لوگ کہ رسوا ہوئے اور گمراہ ہوئے۔'' انہوں نے پہلے عام ترجمہ اور اس کے بعد غیر منقوط ترجمہ شامل کیا ہے، اسی لئے کتاب اتنی ضخیم ہوئی۔ محمد ریاض نے ''منقوط اور غیر منقوط تحریروں کی روایت'' عنوان کے تحت اس موضوع پر ایک مضمون لکھا ہے۔

حیدرآباد، تلنگانہ سے تعلق رکھنے والے مفتی ابرار متین بیگ قاسمی نے بھی اس صنعت کے نثری خزانہ میں اضافہ کیا ہے۔ انہوں نے اردوئے معرّا سے مرصّع ایک رسالہ تحریر کیا ہے۔ 109 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ''گلہائے اصلاح'' 2004ء میں شائع ہوئی اور اس میں 11 علمی و اصلاحی نثری مضامین شامل ہیں۔

جہاں تک اردو غیر منقوط شعری تخلیقات کا معاملہ ہے، اس میں بھی انشاءاللہ خان انشاء کا نام ہی سرِ فہرست ہے۔ کلیات ان شاء اللہ خان انشاء میں 11 صفحات کا ایک دیوان بھی شامل ہے جو بے نقط ہے جس میں رباعیات کے علاوہ 43 اشعار پر مشتمل منقبت بھی شامل ہے۔ انہوں نے عربی، فارسی اور ترکی زبان میں بھی غیر منقوط اشعار لکھے ہیں۔ اردو میں ان کا نمونۂ کلام:

اور کس کا آسرا ہو سر گروہ اس راہ کا — آسرا اللہ کا اور آلِ رسول اللہ کا
اہلِ عالم کا سہارا کس کا م رکھ — ہر سحر گہہ آسرا و اللہ اوس درگاہ کا

سید ببر علی انیس المعروف میر انیسؔ (1803-1874ء) نے غیر منقوط مرثیے لکھے ہیں جو شاعر و ادیب کے ساتھ ایک عظیم مرثیہ گو کا مقام رکھتے ہیں۔ ان کے کچھ اشعار اس طرح ہیں:

وہ طاہر و اطہر ہوا گر معرکہ آرا — معلوم ہو حمد اسد اللہ کا سارا
آگاہ ہو کس کہو عمرِو کو مارو — صمصام کا اک وار ہوا کس کو گوارا

میر انیسؔ کے ہم عصر مرزا دبیر کے نام سے مشہور مرزا سلامت علی دبیر (1803-1875ء) کی تصنیفات میں ایک دیوان عاطلہ بھی ہے جسے ''طالع مہر'' کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں 755 بے نقط اشعار شامل ہیں۔ اس صنعت میں ان کی ایک اور کتاب کا نام ''ماہِ کامل'' (34 صفحات) بھی ہے۔ غیر منقوط کا لحاظ رکھتے ہوئے دبیر نے اس میں اپنا تخلص بھی بدل کر ''عطارد'' رکھ لیا تھا۔ ان کے کلام کی ایک جھلک:

مداح ہوا مورِدِ امدادِ رسول — کھولا وہ درِ مدح کرو دادِ رسول
حلال مہم سرورِ کل، مالکِ ملک — فاللہ رسول اور اولادِ رسول

Scanned with CamScanner

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۵/۸۵۸/....../۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ رانچی)

افسانہ پروین بنت بدرالدین ساکن فاطمہ نگر ڈھیپا ٹولی ڈاک خانہ پنداگ تھانہ جگرناتھ پور ضلع رانچی، جھارکھنڈ .... فریق اول

بنام

محمد حسن ولد محمد ہاشم ساکن کوہ نور ٹاور غریب کالونی اولڈ پرولیا روڈ ذاکر نگر مانگو جمشید پور، جھارکھنڈ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ رانچی میں عرصہ تین سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت **۲؍رجب المرجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۵؍فروری ۲۰۲۲ء روز سنیچر کو خود مع گواہان وثبوت بوقت نو بجے دن دارالقضاء امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ رانچی میں** حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۱/۱۲۳۳/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ سوپول، دربھنگہ)

شہزادی خاتون بنت محمد مجید مقام دھوراڈاکخانہ شکری ضلع دربھنگہ۔ فریق اول

بنام

محمد اسلم ولد محمد رمضانی مقام لوام ڈاکخانہ لوام چھتون ضلع دربھنگہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ سوپول، دربھنگہ میں عرصہ گیارہ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۳۱؍جنوری ۲۰۲۲ء مطابق ۲۷؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۳ھ روز سوموار بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۶/۱۱۷۵/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ سیوان)

نور عائشہ خاتون بنت امام حسین مقام سریاں ڈاکخانہ حسین گنج ضلع سیوان۔ فریق اول

بنام

احمد رضا ولد حافظ شوکت علی مقام سریاں ڈاکخانہ حسین گنج ضلع سیوان۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ سیوان میں عرصہ تین سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت یکم رجب المرجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۳؍فروری ۲۰۲۲ء روز جمعرات بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳۸/۱۰۹۵/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مادھو پاڑہ پورنیہ)

تنسو خاتون بنت محمد ہارون مقام بوڑھیا رئیس ٹولہ وارڈ نمبر ۱۰، ڈاکخانہ بوڑھیا دھن گٹہ، پورنیہ۔ فریق اول

بنام

نور محمد ولد محمد جمال الدین مقام اسماعیل پور ڈاکخانہ اسماعیل پور ضلع قنوج (یوپی)۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مادھو پاڑہ، پورنیہ میں عرصہ تین سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۰؍جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۴؍جنوری ۲۰۲۲ روز سموار بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۷/۱۲۲۹/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ)

شاہین پروین بنت محمد فاروق مقام جونکا ڈاکخانہ بھنڈار سور ضلع دربھنگہ۔ فریق اول

بنام

محمد عمیق ولد محمد مصطفیٰ مقام جبڑا ڈاکخانہ کیوٹی ضلع دربھنگہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ سوپول ضلع دربھنگہ میں عرصہ ڈھائی سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۶؍رجب المرجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۸؍فروری ۲۰۲۲ء روز منگل بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۴/۱۵۰۶/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بسوریا)

عذرا خاتون بنت علاء الدین خان مقام تیل پور وارڈ نمبر ۴، ڈاکخانہ تیل پور ضلع مغربی چمپارن۔ فریق اول

بنام

محمد ماہتاب عالم ولد محمد ہارون مقام نکچھید بہوروا ڈاکخانہ مرجدوا ضلع مغربی چمپارن۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بسوریا میں عرصہ ۴؍سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۶؍رجب المرجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۸؍فروری ۲۰۲۲ء روز منگل بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

بقیہ صفحہ اول

اس کے باوجود خود بہار اسٹیٹ سنی وقف بورڈ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ”وقف املاک کی تقریباً ستر فی صدی جائیدادوں پر ناجائز قبضہ ہے اور وہ زمین مافیاؤں کے دسترس میں ہے۔“

بہار اسٹیٹ سنی وقف بورڈ کی سالانہ رپورٹ ۲۰۱۵-۲۰۱۴ء کے مطابق بہار میں رجسٹرڈ وقف اسٹیٹ فی سبیل اللہ 2274 اور وقف علی الاولاد 182 ہیں، مقاصد اور منشاء واقف کے اعتبار سے دیکھیں تو وقف اسٹیٹ کی کل مساجد 833 عیدگاہ 57 مزار ومقبرہ 209، قبرستان 6141 مدارس ومکاتب 74، اسکول اور مسافر خانے 6,6، یتیم خانہ 4، اسپتال 2، درگاہ 137، کربلا 55، خانقاہ 13، امام باڑہ 224 اور مکانات 194 ہیں، ان اوقاف میں آمدنی کے ذرائع والے وقف اسٹیٹ 636 ہیں، یہ وہ اعداد وشمار ہیں جس کا اندراج وقف بورڈ میں ہے، اس کے علاوہ ہزاروں؛ بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ایسے اوقاف ہیں، جن کا سروے اب تک نہیں ہو سکا اور ان کا اندراج بورڈ میں نہیں ہے، واقف نے انہیں زبانی وقف کیا اور واقف کی منشاء کے مطابق اس کی آمدنی کا استعمال ہو رہا ہے یا ایسے ادارے اس پر قائم ہیں جو واقف کی منشاء کی تکمیل کرتے ہیں۔

بہار میں شیعہ وقف بورڈ الگ سے قائم ہے، اس کی سالانہ رپورٹ 2015-2014 میں جو اعداد وشمار ذکر کیے گیے ہیں اس کے مطابق بہار میں شیعہ وقف بورڈ کے تحت کل وقف فی سبیل اللہ 130 وقف علی الاولاد 68 آمدنی والے اوقاف 68 غیر آمدنی والے اوقاف 158 ہیں، مقاصد کے اعتبار سے دیکھیں تو مساجد 92 قبرستان 70، مدرسہ اور مکتب 1، ہاسپٹل 2 ہے، یہاں بھی بہت سارے اوقاف رجسٹرڈ نہیں ہیں، شیعہ وقف بورڈ نے ۱۸؍فروری ۲۰۱۴ء کو ایک بڑی کامیابی اس وقت پائی جب اس نے خورشید حسین وقف اسٹیٹ کی 57 کھٹہ زمین پر سے ناجائز قبضہ ہٹانے میں کامیابی حاصل کی، اس زمین کی قیمت آج کی تاریخ میں پچاس کروڑ سے زائد ہے۔

سارے قانونی دفعات کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ بہار میں اوقاف کو تحفظ حاصل نہیں ہے، تبادلے اور مفید تر بنانے کے نام پر فروختگی کا بازار بھی گرم ہوتا رہا ہے، اس صورت حال کا بڑا نقصان یہ ہوا کہ اب لوگوں کی توجہ وقف کرنے کی طرف نہیں ہو رہی ہے؛ بلکہ کہنا چاہیے کہ وقف کرنے کا مزاج ہی سرے سے ختم ہو گیا ہے، یہ بہت بڑا ملی خسارہ ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وقف ایکٹ کی روشنی میں خرد برد کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے، اس کام کے لیے اوقاف کے متولی صاحبان وقف بورڈ کے ذمہ داران اور سماج کے باشعور طبقے کو آگے آنا چاہیے؛ کیونکہ اوقاف مسلمانوں کی ترقی کا بہتر ذریعہ بن سکتے ہیں، ریاست میں مسلمانوں کی بدحالی پر حکومت کے لیے رپورٹ تیار کرنے والے ادارے، ایشین ڈولپمنٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے اہل کار شیبالی گپتا کا خیال ہے کہ ”وقف کی جتنی جائیداد ہے اس کا اگر اچھے کارپوریٹ ہاؤس کی طرح استعمال ہو تو مسلمانوں کی بدحالی مٹانے میں اس سے کافی مدد مل سکتی ہے“۔

Scanned with CamScanner

طب وسائنس

نیند کی کمی، وجوہات اور اثرات

صحت مند زندگی گزارنے کے لیے ایک مکمل اور بھرپور نیند نہایت اہم ہے۔ یہ یادداشت کو مستحکم بنانے کے ساتھ ساتھ جسم کے مختلف اہم حصوں کو بھی بحال کرتی ہے۔اس کے علاوہ نیند کی بہتر فراہمی انسانی ٹشوز، پٹھوں اور ہارمونز کی ترکیب میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔سوال یہ ہے کہ کتنی دیر کے لیے سونا صحت کی لیے اچھا یا برا ہوسکتا ہے؟

زیادہ سونا یا کم سونا، دونوں ہی صورتیں صحت کی لیے نقصان دہ ہوتی ہیں۔ جہاں بالغ لوگوں کو 7 سے 8 گھنٹے کی نیند درکار ہوتی ہے وہیں ایک نومولود کو تقریباً 11 سے 12 گھنٹے کی، اسکول جانے والے بچوں کو 9 سے 11 گھنٹے کے درمیان؛ جبکہ نوجوانوں کو 8 سے 10 گھنٹے تک کی نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔کم عمر افراد کیلئے بھرپور نیند بہت اہمیت کی حامل ہے۔

اکثر اوقات رات کو اچھی طرح سونے کے باوجود دن میں نیند کے جھونکے آتے رہتے ہیں۔اس حالت کو 'ایکسیسو ڈے ٹائم سلیپینیس'،یعنی دن کا اضافی خمار بھی کہا جاتا ہے۔اس سے مراد دن میں ضرورت سے زیادہ نیند کا آنا ہے۔

اس صورتحال میں انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی نیند کے جھٹکے محسوس ہوتے ہیں، چاہے وہ کسی بہت ضروری کام میں مصروف ہوں یا پھر فارغ بیٹھے ہوں۔ ایسے میں نیند سے بچنے کے لیے اضافی کوشش کرنی پڑتی ہے۔

''ایکسیسو ڈے ٹائم سلیپینیس'' کی علامات میں سے چند علامات کمزور یادداشت، کسی بھی کام پر کم توجہ، کام کرتے ہوئے آسانی سے تھک جانا اور چڑچڑاپن ہیں۔ جو لوگ اس بیماری سے گزرتے ہیں ان کی صحت اپنے ہم عمر لوگوں کی نسبت زیادہ خراب ہوتی ہے۔

دن میں ضرورت سے زیادہ سونے سے انسانی وجود پر مختلف اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں نیند کی کمی، وقفے وقفے سے نیند آنا، طبی اور نفسیاتی حالات اور نیند کی خرابی شامل ہیں۔ اکثر اوقات، بہت سے افراد میں سماجی طور پر نیند کی محرومی خود پر مسلط کرنے کا رجحان بھی پایا جاتا ہے۔

بالغ افراد، عمر رسیدہ افراد اور مختلف اوقات میں کام کرنے والے زیادہ تر نیند کی کمی کا شکار ہوتے ہیں۔ ڈے ٹائم سلیپینیس کی سب سے عام تعریف ناکافی نیند اور نیند میں کمی یا محرومی کے ہیں۔ ناکافی نیند کا مسئلہ عام طور پر کام کے زیادہ یا متغیر اوقات، اضافی ذمہ داریاں اور پیچیدہ طبی حالات کی وجہ سے درپیش آتا ہے۔

نیند نہ آنے میں چند عوامل نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان میں رات میں سوتے ہوئے خبردار رہنا، ضرورت سے زیادہ کیفین لینا، طویل دورانیے کا قیلولہ کرنا، کام کا دباؤ لینا، ٹی وی دیکھتے یا ریڈیو سنتے ہوئے سونا، جاگنے کے بعد بیڈ پر زیادہ وقت بیٹھے رہنا اور ارد گرد کے ماحولیاتی عوامل شامل ہیں۔

دن میں ضرورت سے زیادہ نیند آنا کسی ذہنی انتشار کی نہیں بلکہ ناکافی نیند کی علامت اور صحت کی مخصوص کیفیت کا نام ہے۔ جن افراد کو نیند کے مسائل پیش آتے ہیں وہ تھکاوٹ، سستی، بدمزاجی، ذہنی جھنجلاہٹ اور کسی کام پر توجہ مذکور کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ افراد دن میں واقعات کو یاد رکھنے میں دشواری اور بھوک میں کمی محسوس کرتے ہیں۔

ایکسیسو ڈے ٹائم سلیپینیس کی صحیح تشخیص کرنا بہترین علاج کے تعین کے لئے بہت ضروری ہے۔ یاد رہے کہ اس کی ہر علامت کا مخصوص علاج اس کے اسباب پر منحصر ہے۔ تاہم طرزِ زندگی میں سادہ تبدیلیاں بہت سے افراد کو رات کی بہتر نیند لینے میں مدد فراہم کرسکتی ہیں۔ ان میں صحت بخش اور متوازن غذا کھانا، کیفین اور الکوحل کی مقدار کو ختم کرنا، باقاعدگی سے ورزش کرنا، آرام کی نیند کیلئے اچھا ماحول پیدا کرنا، رات کو سونے سے پہلے گرم غسل کرنا اور طے شدہ اوقات کے مطابق نیند لینا شامل ہیں۔

پالک کے حیرت انگیز فوائد

پالک، پتوں والی ہری سبزی ہے جس کی ابتداء ایران سے ہوئی۔ اس کے بارہویں صدی تک پورے یورپ میں اس کے فوائد لوگوں کو معلوم ہونے لگے، یہ سبزی اپنی خوبیوں کی وجہ سے آج تک مشہور ہے۔ چونکہ پالک میں ''وٹامن اے'' وافر مقدار میں پایا جاتا ہے، لہٰذا اوسٹیوکیلسن کی پیداوار ہڈیوں کو ان کو مطلوبہ کیلشیم فراہم کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اس کے علاوہ ہڈیوں کو طاقت فراہم کرنے والے دوسرے وٹامن میں، وٹامن سی، وٹامن ڈی، پوٹاشیم اور میگنیشیئم شامل ہیں جو سب پالک میں موجود ہوتے ہیں۔

بینائی کیلئے فائدہ مند:

پالک میں زیکس انتھین، لیوٹن اور کلوروفل موجود ہوتا ہے، ان سب سے بینائی کو بہتر بنانے اور قوت مدافعت کے نظام کو فروغ دینے میں مدد ملتی ہے۔ ان میں موجود پگمنٹ کی زائد مقدار آنکھ میں ریٹینا میں محفوظ ہو جاتی ہے، جو آنکھوں کو سورج کی تیز شعاؤں سے بچاتی ہے، اور آنکھوں کو سورج کی سخت کرنوں سے بچانے کے لئے ڈھال کا کام کرتی ہے۔ اس کے علاوہ، یہ پگمنٹ میکولر ڈیجنریشن کے خطرے کو کم کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے، جو لوگوں میں اندھے پن کی بنیادی وجوہات میں سے ایک ہے۔

بلڈ پریشر اور دل کے فوائد:

پالک میں موجود نائٹریٹ کی مقدار زائد) ہائی (یا کم) لو (بلڈ پریشر کو مستحکم کرنے اور دل کی بیماری کے خطرے کو کم کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ لیوٹن کی موجودگی ہمارے دل کے گرد شریانوں کی دیواروں کو مضبوط کرتی ہے، اور اس کے نتیجے میں دل کے دورے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

خراب جراثیم کو دور کرتا ہے:

پالک میں وٹامن اے بھرپور مقدار میں پایا جاتا ہے جو خطرناک یا خراب جراثیم کو جسم سے دور رکھتا ہے۔ جس کی وجہ سے، موسمی بیماری یا بیکٹیریل انفیکشن لگنے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے، اور کسی کو اچانک بیمار ہونے کا خدشہ نہیں ہوتا۔ یہ وٹامن، اضافی طور پر، بالوں اور جلد کے ٹشوز کے لئے بھی فائدہ مند ہے، یہ دونوں کو تروتازہ اور نم رکھتا ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

ادب کو اعلیٰ اخلاقی اقدار کے فروغ کا ذریعہ ہونا چاہیے: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

کون سی بات کس طرح، کس فورم اور کس ہیئت میں کہی جارہی ہے، اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ کیا کہا جارہا ہے؟ ادب میں کیا کہا جارہا ہے اس پر اگر دھیان دیا جائے تو وہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کے فروغ کا ذریعہ بن سکتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ادب کے مختلف اصناف کو بنیے کا روزنامچہ یا واعظ کی تقریر کے طور پر پیش کیا جائے۔ یقیناً یہ بھی ایک کام ہے، لیکن بات ادب کی جس صنف میں کہی جائے اس کے اصول، اسلوب اور طریقوں کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے، تاکہ ادب، ادب باقی رہ سکے، ان خیالات کا اظہار کاروان ادب، اردو میڈیا فوم کے صدر اور اردو کارواں کے نائب صدر مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے ڈاکٹر ممتاز احمد خان کی کتاب ''دُرِ دتہہ جام'' اور ڈاکٹر لطیف احمد خان کی کتاب ''عزیز بگھروی ایک انقلابی شاعر'' کے اجراء کے موقع سے ساجدہ منزل باغ ملی حاجی پور کے ہال میں صدارتی خطاب کے دوران کیا، انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر ممتاز احمد خان ایک اچھے انسان، بہترین استاذ، نامور محقق اور مشہور نقاد تھے، ان کی زندگی تمام جہتوں سے قابل تعریف، لائق تحسین وتقلید رہی ہے، اس موقع سے ''دُرِ دتہہ جام'' پر اپنا طویل تبصرہ نوجوان قلم کار ڈاکٹر عارف حسن وسطوی اور ''عزیز بگھروی ایک انقلابی شاعر'' پر تبصرہ مشہور ادیب وناقد جناب انوار الحسن وسطوی نے پیش کیا، جنہوں نے تقریب کی نظامت کے فرائض بھی انجام دیے، مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک جناب امتیاز احمد کریمی نے ڈاکٹر ممتاز احمد خان کو ناقابل فراموش شخصیت قرار دیا، انہوں نے اپنے جائزہ میں بتایا کہ اردو اساتذہ کی نوے فی صد جگہیں ویشالی میں آج بھی خالی ہیں، مہمان اعزازی کے طور پر جناب اسلم جاوداں، ڈاکٹر کامران غنی صبا اور ڈاکٹر ابوالحیات سیوان نے بھی اپنے خطاب سے نوازا، جس میں ''ڈاکٹر ممتاز احمد خان کی شخصیت اور ان کے فکر وفن'' پر روشنی ڈالی گئی، پروگرام کا آغاز امام مدینہ مسجد باغ ملی کی تلاوت کلام پاک اور اختتام مفتی صاحب کی دعا پر ہوا، ویشالی ضلع کے مختلف علاقوں سے علم دوست حضرات کی بڑی تعداد نے اس میں شرکت کی، جن میں ظہیر نوری، نذرالاسلام نظمی، ماسٹر مظہر، عظیم الدین انصاری، ڈاکٹر ذاکر حسین، مولانا نظر الہدیٰ قاسمی، عبدالرحیم صاحب ریٹائرڈ جج، ماسٹر عبدالرحیم، مظہر وسطوی، قمر اعظم صدیقی، ماسٹر محمد فداء الہدیٰ وغیرہ نے شرکت کی۔

مختار امام صاحب کا انتقال

یکم دسمبر ۲۰۲۱ء کو مختار امام صاحب کومئی ضلع دربھنگہ کا انتقال ہوگیا، وہ امارت شرعیہ اور اس کے اکابر سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے، بڑے مہمان نواز اور خلیق انسان تھے، امارت شرعیہ کے کاموں کو آگے بڑھانے میں سرگرم عمل رہا کرتے تھے، ان کے انتقال سے علاقہ نے ایک خوددار، باوقار، وضعدار، دینی شخصیت اور اداروں سے قلبی تعلق رکھنے والے، ملی اور سماجی کاموں میں پیش پیش رہنے والے انسان کو کھودیا ہے، ہم خدام امارت شرعیہ ان کے پس ماندگان جن میں چار لڑکے اور چار لڑکیاں شامل ہیں سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرتے ہیں، قارئین سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

کورونا میں اضافہ کے بعد نائٹ کرفیو کا اعلان

بہار میں کورونا وائرس کے معاملوں میں اضافہ کے بعد ریاستی حکومت نے نائٹ کرفیو لگانے کے ساتھ کئی طرح کی مزید پابندیوں کا بھی اعلان کردیا ہے۔ ریاست میں مندر-مسجد، سنیما ہال، پارک آئندہ حکم تک بند رہیں گے۔ ضروری خدمات کو چھوڑ کر سبھی دفاتر 50 فیصد صلاحیت کے ساتھ کام کریں گی۔ اس کے علاوہ پری-اسکول اور 1 سے 8 ویں تک کے بچوں کے لیے اسکول بند رہیں گے اور آن لائن کلاسز ہوں گی۔ 9 ویں سے 12 ویں تک کے طلبا کے لیے کلاسز 50 فیصد صلاحیت کے ساتھ چلیں گی۔ سرکاری کی طرف سے جاری حکم کے مطابق پورے بہار میں رات 10 بجے سے صبح 5 بجے تک نائٹ کرفیو رہے گا۔ سبھی عبادت گاہوں کو عام لوگوں کے لیے آئندہ حکم تک بند رکھنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ریاست میں سنیما ہال، جم، پارک، کلب، اسٹیڈیم ور سوئمنگ پول پوری طرح سے بند رہیں گے۔ فی الحال یہ حکم 6 جنوری سے 21 جنوری تک کے لیے نافذ رہے گا۔ اس کے علاوہ حکم میں کہا گیا ہے کہ ضروری خدمات کو چھوڑ کر سبھی دکانیں اور ادارے رات 8 بجے تک ہی کھلے رہیں گے۔ ریسٹورینٹس، ڈھابہ کو 50 فیصد صلاحیت کے ساتھ کھولنے کی اجازت رہے گی۔ شادی کی تقریب میں زیادہ سے زیادہ 50 اشخاص اور کسی کے انتقال پر آخری رسومات میں زیادہ سے زیادہ 20 اشخاص شامل ہوں گے۔ سبھی سیاسی اور ثقافتی تقاریب میں زیادہ سے زیادہ 50 لوگوں کی اجازت دی گئی ہے۔ نتیش حکومت نے یہ سختی اس لیے دکھائی ہے کیونکہ ریاست میں کورونا کے معاملے گزشتہ کچھ دنوں میں تیزی کے ساتھ بڑھے ہیں۔ گزشتہ 24 گھنٹے میں 893 نئے معاملے سامنے آئے ہیں اور راجدھانی پٹنہ میں سب سے زیادہ 565 معاملے درج کیے گئے ہیں۔ اس درمیان خبر ہے کہ نتیش کمار نے اپنی 'سماج سدھار یاترا' اور اپنا ہفتہ واری 'جنتا دربار' پروگرام بھی 21 جنوری تک ملتوی کردیا ہے۔

Volume:62/72,Issue:02 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

چپ رہنا تو ہے ظلم کی تائید میں شامل
حق بات کہو جرأتِ اظہار نہ بیچو (عزیزؔ بگھروی)

شادی کے قوانین میں ترمیم؛ ایک جائزہ

ایڈووکیٹ ابوبکر سباق سبحانی

ہمارے ملک میں لڑکیوں کی شادی کی قانونی عمر کو لے کر مرکزی حکومت نے پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا جس کی روشنی میں اب کسی بھی لڑکی کی شادی کی قانونی عمر اٹھارہ سال سے بڑھا کر اکیس سال کرنے کا مرکزی حکومت فیصلہ لے چکی ہے، پارلیمنٹ میں بحث کے بعد اس بل کو پارلیمنٹری اسٹینڈنگ کمیٹی کی توثیق کے لیے بھیجا گیا ہے، مرکزی کابینہ نے لڑکیوں کی شادی کی آئینی عمر 18 سال سے بڑھا کر لڑکوں کی طرح 21 برس کرنے سے متعلق تجویز کو پہلے ہی منظوری دے دی ہے۔ مرکزی حکومت نے اطفال میرج انسداد قانون (Prohibition of Child Marriage Act ,2006) میں ترمیم کرنے کے لیے اس بل کو پیش کیا ہے۔

لوک سبھا میں اس بل کے پاس ہونے کے بعد دو اہم نکات پر بحث لازمی محسوس ہوتی ہے، پہلا سوال تو یہ ہے کہ کیا مرکزی حکومت یکے بعد دیگرے دستور ہند کے ذریعے محفوظ کیے گئے پرسنل لاء کے دائرۂ کار میں دخل اندازی کر کے پرسنل لا کو ختم کرنا چاہتی ہے؟ عمومی طور پر ہمارے ملک میں شادی، طلاق، نان نفقہ نیز وراثت وتحائف سے متعلق امور میں مذہبی وشرعی قوانین کی روشنی میں ہی معاملات کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔ پرسنل قوانین میں حکومتوں کی یہ دخل اندازی کتنی ضروری تھی یا وہ کون سے اسباب اور وجوہات تھیں جن کی بنیاد پر دخل اندازی ہوئی یہ ایک اہم بحث ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ پرسنل لا میں وقتاً فوقتاً اثر انداز ہونے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔

نان نفقہ (Maintenance) کو لے کر شاہ بانو مقدمہ نے ہمارے ملک میں پرسنل لاء کی بحث کو سب سے زیادہ ہوا دی تھی۔ کریمنل پروسیجر کوڈ کی دفعہ 125 کے تحت تمام ہی مذاہب کے افراد عدالت میں نان نفقہ کے لیے عرضداشت پیش کر سکتے ہیں اور اس تناظر میں پرسنل لاء کو ختم کیا جا چکا ہے۔ سپریم کورٹ نے 2009 میں شبانہ بانو بنام عمران خان کے فیصلے میں ایک بار پھر واضح کیا کہ ایک مسلم عورت عدت کی مدت گزرنے کے بعد بھی کریمنل پروسیجر کوڈ کی دفعہ 125 کے تحت اپنے سابق شوہر سے نان نفقہ طلب کر سکتی ہے اور عدالت اس مطلقہ کو اس کی دوسری شادی ہونے تک کے لیے نان نفقہ دینے کا حکم دے سکتی ہے۔

طلاق کا اصول اور اس کے طریقے پرسنل قوانین میں بتائے گئے ہیں، تین طلاق سے متعلق مقدمہ شاعرہ بانو بنام یونین آف انڈیا کا 2017 میں فیصلہ کرتے ہوئے تین طلاق کے عمل کو غیر دستوری قرار دے دیا جب کہ پرسنل لاء کے زمرے میں آنے والے شرعی قوانین کی روشنی میں تین طلاق کو طلاق کی ایک قسم کی صورت میں شامل کیا گیا ہے، جب کہ مرکزی حکومت نے ایک الگ قانون بنا کر تین طلاق کو نہ صرف غیر دستوری اور غیر قانونی قرار دیا بلکہ تین طلاق دینے کی سزا تین سال قید بھی متعین کر دی گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ شادی کو لے کر بھی پرسنل لاء میں دخل اندازی پہلی بار نہیں ہوئی ہے، شرعی وفقہی قوانین کی روشنی میں شادی کی عمر سن بلوغت کو پہنچنے پر ہے، جب کہ لڑکی 15 سال کی عمر میں بالغ ہو جاتی ہے، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر مسلم لڑکی یا عموماً مسلم گھروں میں لڑکی کی شادی 15 سال کی عمر میں ہو جاتی ہے، اور نہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ شادی کے بعد لڑکی تعلیم حاصل نہیں کرتی ہے۔ کیرالہ، اتر پردیش یا دہلی کی آب وہوا کے ساتھ رسم ورواج میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔ حالیہ ترمیم کے ذریعے اطفال میرج انسداد قانون (Prohibition of Child Marriage Act ,2006) کی دفعہ 2(a) کے تحت بچہ یعنی چائلڈ کی تعریف میں ترمیم وتبدیلی کی گئی ہے، چائلڈ کا مطلب کوئی بھی آدمی مرد یا عورت جس نے 21 سال کی عمر مکمل کر لی ہو۔ ترمیم سے پہلے اس دفعہ کے مطابق مرد کے لیے 21 سال عمر تھی جب کی عورت کے لیے 18 سال کی عمر مختص تھی۔ مرکزی حکومت کا یہ فیصلہ جیا جیٹلی کی کمیٹی کی سفارشوں کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ گزشتہ سال بنی اس دس رکنی کمیٹی کو یہ دیکھنا تھا کہ شادی اور زچگی کی عمر کا ماں اور نوزائیدہ بچے کی صحت اور مختلف ہیلتھ پیچیدگی جیسے زچہ بچہ کی شرح اموات وغیرہ سے کیسا اور کتنا تعلق ہے؟ جنسی برابری کی سمت میں اٹھائے جانے والے اس نام نہاد اہم قدم پر بہت سے سوالات کئے جا رہے ہیں۔

وزیر اعظم نریندر مودی نے 15 اگست 2020 میں یوم آزادی پر لال قلعہ سے اپنی تقریر میں یہ اعلان کیا تھا کہ لڑکیوں کو مزید طاقتور بنانے کی غرض سے ان کی شادی کی عمر کو بڑھایا جائے گا۔ شادی کی کم از کم عمر کو لے کر اختلاف کیا جانا لازمی ہے، صرف قانون بنا کر لڑکیوں کی یا لڑکوں کی شادی کو نہیں روکا جا سکتا ہے کیونکہ 2006 کے درج بالا قانون کے مطابق لڑکی کی شادی کی کم از کم عمر 18 سال متعین کی گئی تھی اور اسی قانون کی دفعہ 3(4) کے مطابق اگر کسی لڑکی کی شادی 18 سال کی عمر سے پہلے ہوئی تو وہ شادی غیر قانونی تسلیم کی جائے گی، لیکن اس قانون کے بعد بھی چائلڈ میرج کا خاتمہ ممکن نہیں ہو سکا۔ اس سے پہلے بچہ شادی کی رسم کو ختم کرنے کے لیے انگریز حکومت نے قانون کے ذریعے ہی 1929 میں لڑکیوں کے لیے شادی کی کم از کم عمر 14 سال اور لڑکوں کے لیے 19 سال طے کی تھی، یہ عمر پہلے 1978 میں اور پھر دوبارہ 2006 میں لڑکوں کے لیے 21 سال اور لڑکیوں کے لیے 18 سال کر دی گئی تھی، لیکن قانون کے بنائے جانے بعد تقریباً ایک صدی کا لمبا عرصہ گزر چکا ہے تاہم آج تک لڑکیوں کی تعلیم میں شرح کو بڑھانے میں ہماری حکومتیں خاطر خواہ کامیاب ہوتی دکھائی نہیں دیتی ہیں، یہ کہنا غلط ہوگا کہ ہمارے سماج میں لڑکیوں کے تعلیم سے محروم ہونے کی وجہ کم عمر میں شادی ہے۔

ہماری حکومتیں اگر واقعی سماج میں لڑکیوں کی تعلیم وترقی کے تئیں ایماندار اور سنجیدہ ہیں تو لڑکیوں کے لیے تعلیم وروزگار کے مواقع بڑھانے پر غور کریں، اگر مرد وخواتین یا لڑکے ولڑکیوں کی شادی کی عمر یکساں کرنے کے پیچھے اصل سبب ان کو یکساں ومساوی درجہ فراہم کرنا ہے تو یہ بہت ہی گمراہ کن دلیل ہے، سماج میں ترقی و تحفظ کے مواقع فراہم کرنے ہوں گے۔ قانون میں ترمیم کے بعد لڑکیوں کی شادی کی عمر کم از کم 18 برس اور لڑکوں کی عمر 21 سال کی گئی لیکن سماج میں کم سن عمر کی شادیوں پر روک نہیں لگائی جا سکی، جہیز کی رسم پر روک لگانے کے لیے اسپیشل قانون پاس کیا گیا لیکن سماج سے جہیز کی رسم کو ختم کرنے یا روکنے میں حکومتیں پوری طرح سے ناکام رہیں، نابالغ بچوں کو مزدوری سے روکنے کے لیے چائلڈ لیبر تحفظاتی قوانین بنائے گئے تاہم آج بھی ہمارے سماج میں بچوں کو منظّم وغیر منظّم سیکٹر کے ساتھ ساتھ سرکاری کارخانوں میں بھی لاکھوں کی تعداد میں بندھوا نیز بچوں کی مزدوری کے اعداد وشمار ہمارے پاس موجود ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سماجی مسائل سے نمٹنے کے لیے اصول وضوابط اور بعض دفعہ مخصوص قوانین کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن ایک بہت اہم وسنجیدہ مسئلے کو سیاسی مفادات کی غرض سے سماجی یا مذہبی رسم ورواج کے لیے ذمہ دار ٹھہرا دینا یقیناً ایمانداری نہیں ہوگی، ہمارے سماجی و مذہبی اداروں کو لڑکیوں کی تعلیم وترقی کے لیے سنجیدہ کوششیں کرنی چاہئیں، حکومت کو اپنے وسائل وذرائع کا استعمال کر کے سماج کے پچھڑے طبقات کو مضبوط کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، ہماری حکومتوں کو بہت سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ کم عمری کی شادیاں غربت ومفلسی کی وجہ سے ہوتی ہیں یا علاقہ کی مخصوص آب وہوا اور رسم ورواج کی وجہ سے ہوتی ہیں، جو سابقہ قوانین کے ذریعے روکی نہیں جا سکی ہیں، لیکن سب سے اہم سوال یہ ہے کہ آخر وہ کیا وجوہات ہیں کہ لاکھوں کروڑ کی اسکیموں اور یوجناؤں کے بنانے کے بعد بھی نہ تو اسکولوں کی صورت حال بدل رہی ہے اور نہ ہی سماج کے پچھڑے ہوئے کمزور طبقات کی غربت کم ہو رہی ہے اور نہ ہی ہمارے ملک کا پبلک ہیلتھ سسٹم بہتر ہو رہا ہے اور نہ ہی سرکاری اسپتالوں میں کوئی سدھار آ رہا ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile:9576507798 رابطہ اور واٹس آپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner